

55

# محادث



6/12



مجلس التحقيق الإسلامي كاردن باؤن لاہور

مذہب اعلیٰ

حافظ عبد الرحمن مدنی

6/12

# ماہنامہ محدث لاہور

## ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی      مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا - کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور حافظ عبدالرحمن مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور لحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

## گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فنی شماره: ۲۰ روپے      زیر سالانہ: ۲۰۰ روپے      بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی

مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۷۴۷۰۰

فون نمبر: 035866476 / 3586639 - 042      موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com      www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

## اجرائے محدث کے مقاصد

✍ عناد اور تعصب قوم کیلئے زہر ہلا بل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

✍ علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوس بنانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

✍ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اُقدار کے منافی ہے!

لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرت اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

✍ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالِحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

✍ آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

✍ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

# ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

# ماہنامہ محدث لاہور

ذیلی دفتر: ۵۴۸۷۳

(فون) صدر دفتر: ۳۵۴۲۵۰

جلد ۶

ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

عدد ۱۲

## فہرست مضامین

- ۱۔ فکر و نظر ..... {صرف بکری چھترے کا نہیں، اپنا} ..... ادارہ ۲
- ۲۔ اکتاب و حکمتہ .... دنیا یا آخرت یا دونوں؟ کیا چاہتے ہو؟ .. مولانا عزیز زبیدی ۸
- ۳۔ السنۃ والحدیث .... خدا سے دونوں جہاں مانگو ..... ۱۲
- ۴۔ شعر و ادب .... انسان تو وہ کہلاتا ہے انسان نہیں ہوتا ..... مولانا عبد الرحمن عابز ۴۵
- ۵۔ دارالافتادہ .... {قربانی کے جانور کی عمر} ..... مولانا عزیز زبیدی ۱۳
- ۶۔ مقالات .... ہلالِ خیر و رشد (۲) ..... مولانا السید المجتبی السعیدی ۳۳
- ۷۔ یادِ رفگان .... ملک نصر اللہ خان عزیز ..... سفیر اختر راہی ۴۴

ناشر: عارف عبدالرحمن مانی طابع: چودھری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴۰ شارع غافلہ جناح، لاہور

فی ربیعہ ۱۴۵۰ روپیہ

زر لائے: ۶۰ روپے

نکرو نظر

بسم الله الرحمن الرحيم

## صرف بکرے چھتر کا نہیں اپنا مطالعہ بھی ضروری ہے

دوسروں پر نکتہ چینی صرف آسان ہی نہیں، انسان کا بڑا ہی دلچسپ اور مغرب شعلہ بھی ہے خاص کر کمزوروں کی؛ الامان والحقینطا اگر وہ شے بے زبان بھی ہو تو اس وقت انسان کی نکتہ چینی اور تنقید کا طوفان خیز عالم تو اور ہی دیدنی ہوتا ہے، کیونکہ بے زبان جواب دے سکتا ہے نہ یوں سکتا ہے، اس کے پاس دلیل ہے نہ کوئی یا رائے دلیل، پھر نفا کو کھٹکا کا ہے کا، اس یہ اس کی زبان کتنی کی طرح کترتی چلی جاتی ہے۔ مثلاً کہے گا:

دیکھیے تو اس کا تو کان پھٹا ہوا ہے۔ سینک ٹوٹا ہوا ہے، یہ تو لنگڑا کر چلتا ہے، واہ یا! نم نے تو مدہ ہی کر دی، اس میں تو زبان ہی نہیں ہے، بہت ہی کمزور ہے، ناک بہتی ہے، اذن میلی ہے، نظر کمزور ہے، ایک آنکھ تو سرے سے بیکار ہے! وغیرہ وغیرہ۔

اگر کوئی پوچھے کہ: جناب! اس میں اس بے زبان کا کیا قصور ہے! کان پھٹا ہے تو کیا اس نے کسی پیر کی نذر مانی تھی کہ اس کے نام کا چھید لگا لیا ہے یا چیرا دلا ڈالا ہے۔ سینک ٹوٹا ہے تو کیا اس نے عالمی باکس محمد علی کلب کے ساتھ جا کر دنگل رچایا تھا، لنگڑا ہے تو کیا عالمی کھیلوں میں جا کر اس نے دوڑ لگائی تھی، کمزور ہے تو کیا اس نے کنجوسی سے کام لیا تھا، پیسہ جمع کرتا رہا اور اپنے جسم و جان پر خرچ نہیں کیا تھا، آنکھ بے کار ہو گئی ہے تو کیا اس نے کہیں جا کر آنکھ مچولی کا از کتاب کیا تھا، آخر اس میں اس کا کیا دوش ہے! سارے لوگ آٹھ ٹول کر اسے کیوں دیکھتے اور چاروں طرف سے اسے کیوں گھورتے ہیں۔؟ ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی خود آپ کی غفلت اور کوتاہی کا کوئی دخل ہو، پھر ساری دنیا ایک چھترے کے پیچھے کیوں پرگٹنی ہے؟

مجمیع جواب تو یہی ہے کہ: یہ چھترے بکرے کے قصور کی بات نہیں ہے، بات خدا کے حضور شایان شان نذرانہ پیش کرنے کے ہے، بیدار ذات کے حضور، بیدار ہی نذرانہ نذر کرنا چاہیے۔ لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے، کہ:



نذرانہ تو واقعی بے داغ چاہیے، نذرانہ دینے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کو بھی بے داغ ہونا چاہیے یا ع، تن ہمہ داغ داغ.....؟

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ: خدا کے ہاں تو ان بکروں چیتروں کا کچھ بھی مذکور نہیں ہے، وہاں بتنا کچھ ہے صرف دینے والے کا ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ: گوشت پوست کا میں گا بہک نہیں میری لگاؤ قربانی دینے والے کی دل کی دھڑکنوں پر ہی مکی رہتی ہے۔  
كَتَبَ يَنَالُ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَاءُهَا وَلَكِنْ يَنَالُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ

اے اہل دل دوستو کہاں ہو؟ سنتے ہو؟ کیا کبھی سوچا کہ تم اپنا وقت کہاں ضائع کر رہے ہو اس پاک مندی میں تو تھڑے جیسی پونجی کا تو کوئی بھی گا بہک نہیں ہے، نہ اس کی وہاں بولی ہوتی ہے نہ وہاں اس کے لیے کوئی کمیشن ایکٹ مقرر ہے ابھرتے وہاں یہ چند کیا اب، جو تے اور ٹوپوں کے لیے یہ گنتی کے چڑے، کھیل اور سو میٹر کے لیے اون کے یہ چند تولے، کھا دو اور دوسرے حیوانی سالہ جات کے لیے ہڈیوں کا یہ پشتارہ کس لیے لے چلے ہو، عطار سے کیوں کہتے ہو کہ: گو بر کا سودا کرو جو ہری سے کس لیے کہتے ہو کہ: ہڈیاں لے لو۔

جناب! وہاں تو صرف آپ کی مانگ ہے، اگر آپ نہیں ہیں تو وہاں آپ کا نذرانہ کس کام کا؟ دیکھیے! آپ کی زبان پکڑ کر آپ سے کہلوانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ سمجھیے! الہی! میرا نماز ہو یا قربانی، مبرا جینا ہو یا مرنا، سب کچھ تیرے لیے ہے۔  
قُلْ إِن صَلَاتِي وَنَسْكَي وَمَعْيَايَ وَمَسَاقِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

آپ سے مطالبہ صرف قربانی کا نہیں، آپ کا بھی ہے، کہ وہ زندگی اپنے ہمہ پہلوؤں کے ساتھ، اس کے حضور پیش ہونی چاہیے جو تمہیں ہر چیز سے عزیز تر ہے۔ اس لیے جہاں بکروے چیتروے اور گائے بھینس کو قربانی پیش کرنے سے پہلے آپ تھوک بجا کر دیکھ لیتے ہیں، وہاں خود اپنا بھی جائزہ لے لیجیے اور بالکل اسی طرح جس طرح آپ قربانی کا لیتے ہیں۔ مثلاً حدیث میں ہے کہ:  
جانور لنگھتا نہ ہو، کا نا نہ ہو، بیمار نہ ہو اور بے کار لاغر نہ ہو: اور سیگ ٹوٹا نہ ہو نہ کان

وَرَوَاهُ

سَلِّ مَا ذَاتِ تَقِي مِنَ الصَّحَايَا فَشَارِبِيْدَا فَعَالِ اَرْبَعًا، الْعَرَجَاءُ الْبَسِيْنَ ظَلَعَهَا  
وَالْعَوْرَاءُ الْبَسِيْنَ عَوْرَدَهَا وَالْمَرِيضَةُ الْبَسِيْنَ مَوْضِعَهَا وَالْعَجْفَاءُ الْمَتَى لَا تَنْتَقِي رَاوِدَا وَوَعِيْرَ  
عَنِ الْبِلَاءِ بِنِ عَاذِبِ

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نضی باعصب القرون والاذن -

(رواہ ابن ماجہ)

امّا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نشتشرف العین والاذن من لا نضی  
بمقابله ولا مدا برة ولا شرفا ولا خرقا ر ترمذی

اس کے مقابلے میں آپ سے بھی یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ بھی لنگر طے، لڑنے کا نہ  
بیمار، لاغر، ٹوٹے ہوئے سینک اور کان کٹے نہ ہوں۔

لنگر طین۔ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ: آپ صراط مستقیم سے پھسلنے نہ پائیں، ایسا نہ ہو کہ آدھا  
تیز آدھا بٹیر، بلکہ آپ کی اسلامی زندگی میں نفس و شیطان کا بالکل سا جھانہ ہو، رفتار بے ڈھکی  
نہ ہو، راہ حق کے راہی کچ رفتار نہ ہوں۔ اَدْخُلُوا فِي اسْتِغْثَاةٍ۔

کانا ہونا۔ آپ کا کاننا ہونا یہ ہوگا کہ آپ کی آنکھوں میں جیانہ رہے کہ خدا کی شرم رہے نہ بندگان  
خدا کی، کچ عینی کا مرض لاحق ہو جائے یا حق سے آنکھیں بند کر کے کوئی دل کے اندھے بن کا روگی  
ہو جائے اور کبھی ادھر دیکھے اور کبھی ادھر، حالانکہ اسے حکم ہے کہ کیوں ہو کہ صرف اسے دیکھے، صرف  
اس کی راہ دیکھے، صرف اس کی مرضی اور مشق دیکھے، کیونکہ محبوب رب العلمین کا یہی اسوۂ حسنہ ہے،  
مَا نَأَخُ الْمَبْصَرُ وَمَا طَعَى۔

بیماری۔ قربانی دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ روحانی مدقوق نہ ہو، کتاب و سنت کی پاکیزہ  
تعلیمات سے اسے وحشت نہ ہوتی ہو، ایسا نہ ہو کہ اسوۂ حسنہ کے تصور سے اس کے دل کی دنیا  
پر اس پر جاتی ہو، دنیا کی ہر بد بلا سے دل باغ باغ ہو جاتا ہو مگر حق کا نام سنتے ہی ٹبی ہو جاتی ہو۔  
كَأَيُّتِ الْمَذِينِ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ نَظْرَ الْمَعْشِيَةِ عَلَيْهِ مِنَ الْقَوْمِ (پہلا محمد)  
ترجمہ: جن کے دلوں میں روگ ہے، آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف ایسے  
(خوف زدہ) دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔

لاغر نہ ہو۔ اس کے معنی ہوں گے کہ بکرا چھڑا دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ: راہ حق پر چلنے  
سے اس کا مانس نہ پھولے۔ قرآن و حدیث کی بات آجائے تو ذہنی کوفت سے اس کے دل و نقاب  
طاری نہ ہو۔ اسلامی سفر حیات میں ٹھکنے کا نام نہ لے، چند قدم چل کر دم نہ لینے لگ جائے بلکہ  
دم بہ دم تازہ دم رہے اور جواں بہت نکلے کیونکہ جن کو خدا کی معیت کا احساس ہوتا ہے وہ ایسا ہی  
کرتے ہیں وَمَنْ مَعَكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ لَيْسَ بِحُوتِ اللَّيْلِ وَالتَّهَارِ

لَا يَفْخَرُونَ رَبِّيَ - انبیاء (ع)

ٹوٹے ہوئے سینک۔ آپ کے سینگوں کا ٹوٹا ہوا ہونا یہ ہے کہ دین حق کے سلسلے کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔ آپ کا وہ دماغ ہی نہ رہے جو دین کو سمجھنے کا احساس کر سکے اور سوچے میں وہ دم ختم نہ رہے کہ جمیع اور غلطی میں امتیاز بھی کر سکیں۔ آپ اور تو سبھی کچھ اپنے سر لے لیں، اگر مسئلہ نہ پڑے تو صرف اسلامی طرز حیات اور ذمہ داریوں کا نہ پڑے۔ اگر فرامین الہیہ کی تعمیل کا مرعہ درپیش ہو تو مرے ہی لگ جائیں۔

كَأَنَّمَا يَأْتُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَحْكُمُونَ رَبِّي - انفال (ع)

گویا ان کو لڑ رہی موت کی طرف دیکھتا جاتا ہے اور وہ (موت کو آنکھوں) دیکھ رہے ہیں۔  
 داغدار کو کان۔ داغدار کان کے معنی ہوں گے کہ آپ کان کے ایسے کچے اور خام نہ ہوں کہ کسی کی چکنی چوڑی باتیں سن کر قرآن اور رسول سے آپ کا دل ہی اکھڑے لگ جائے، سہلٹ کے پاس دو دو دیکھے تو ان کے ہو لیے۔ عجیب دانشوروں کے دہولوں سے قرآن و حدیث ہی پھیکے نظر آنے لگے، بد قسمتی سے بے خدا حکمرانوں کے حضور شرف باریا فی نصیب ہو گئی تو خدا کا دربار ہی بھول جائے۔ اور باطل کے بول سننے کے ایسے رسیا ہو جائیں کہ کلام اللہ اور رسول پاک کے ارشاد و سنت سن کر ان کے دل بھینچنے لگ جائیں۔

وَإِذَا ذُكِّرُوا لِلَّهِ وَحْدَهُ اشْتَمَلَتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَكَذَلِكَ نَسْتَبْشِرُونَ (ہی۔ ذمر (ع))

اور جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کے دل بھینچنے لگتے ہیں اور جب خدا کے سوا (دوسروں) کا ذکر کیا جاتا ہے تو بس یہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔  
 حدیث میں آتا ہے کہ:

حضور نے جو دنبے قربانی دیے تھے وہ سینک دار، ابقی اور خسی تھے۔

ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یَوْمَ اسْتَبْشَرَ كَثِيرٌ مِنْ آخِرِينَ الْمَلْحِينَ  
 مَوْجِبَاتٍ (ابوداؤد و ترمذی وغیرہ)

اس کے مقابلے میں آپ سے یہ توقع کی جاسکے گی کہ:

دین کے معاملے میں آپ کمزور نہ ہوں، جان رکھتے ہو کہ اور بہت اور وسائل کے باوجود خلاف شریعت کام کرنے کی آپ کے دل میں تحریک پیدا نہ ہو۔



دین کے معاملے میں خدا کا یہی مطالبہ رہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنی قوم سے کہہ دیجیے! کہ پوری ہمت سے کتاب الہی کا دامن تمام کر چلو!   
 حُذِرُوا مَا تَدِينُكُمْ بِقُوَّةٍ (بقرہ ۷)  
 یہ (جو) ہم نے تمہیں دی ہے، اسے ہمت سے پکڑ لے ہو۔  
 دسویں ذی الحجہ کے دن قربانی کے گلے پر چھری پھیر کر خون بہانا، خدا کے ہاں سب سے محبوب بات ہے۔

ما عمل ابن آدم من عمل يوم المنحاح اب الى الله من اهل اوق الدم (ترمذی)  
 خون بکریے پھرتے کا یہ ہے اور حسن عمل آپ کا شمار ہو، آخر اس میں کیا نیک ہے؟ سوچ سوچ کر اگر اس کا کوئی جواب بن پڑتا ہے تو یہی کہ: الہی! یہ مال کی قربانی ہے، تیری راہ میں جان کی بھی قربانی پڑی تو اسی طرح اپنے خون کا بھی ہدیہ پیش کر دوں گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب قربانی پر چھری چلاتے تو اسے قبلہ رو کر کے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَللّٰہِ! میں نے اپنا رخ تیری طرف کر لیا، سب طرف سے منہ موڑ کر تیرا ہی ہو کر رہ گیا۔ میرا جینا مرنا سب تیرے لیے ہے۔ یہی آپ کو ثابت کرنا ہے۔

وگر نہ حقیقتہً آپ اللہ کے حضور کیسے نہیں ہیں۔ نفس و طاغوت سے منہ موڑ کر بالکل اللہ کے نہیں ہو سکے، آپ کا مرنا اور جینا اللہ کیلئے نہیں رہا اس کے بعد آپ خود غور فرمالیں کہ: اس قربانی کا انجام کیا ہوگا؟ اور خدا کے ہاں اس جھوٹ کی نذر آپ کو کیا ملے گی؟

قربانی دراصل "اسوی اللہ" کے ہر شائبہ سے بے تعلقی کا اعلان ہے یہاں تک کہ یہ قربانی جو خدا کے حضور پیش کی جا رہی ہے اس کے بارے میں بھی یہ اعلان کرنا پڑ جاتا ہے کہ الہی! یہ بھی تیری عطا ہے، اور تیری عطا ہی تیرے حضور پیش کر رہا ہوں۔ قبول فرما۔

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَدٌ وَاَبُو دَاوُد وَغَیْرَہ

بہر حال جن امور کی تلاش ایک بے زبان، غیر مکلف اور بے خبر بازو میں کی جاسکتی ہے بعینہ ان کی تلاش ان میں کیوں نہ کی جائے، جو زبان بھی رکھتے ہیں، مکلف اور جواب دہ بھی ہیں اور باہوش اور باخبر بھی؟

اگر آپ دنیا کو اپنی زندگی کے مختلف شعبوں اور احوال و ظروف میں ان اقدار کے چراغ جلا کر نہیں دکھائیں گے تو کہنے والے یہ کہہ سکیں گے بلکہ کہہ رہے ہیں اور بحالات موجودہ ان کو یہ کہنے کا حق بھی

ہے کہ:

جانوروں کی اتنی بڑی کھیب کا یہ بہت بڑا ضیاع ہے اور محض کام و دھن کا چکا پورا کرنے کے لیے مگر فی سبیل اللہ کے تصور کا فریب دے کر۔ ان کا کہنا ہے کہ: حج کے دن ایک بے بس اور بے زبان مخلوق پر اتنا بڑا اجتماعی ظلم پہلے آسمان نے کبھی نہیں دیکھا۔ گوان بے دانش دانشوروں کی یہ باتیں بھی فریب نفس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں تاہم اگر صرف جانوروں کا خون بہا نا ہی ٹھہرا ہے جس کے خون سے خون بہانے والے کی اپنی زندگی رنگین نہیں ہو سکی، تو اسے بے زبان جانوروں کے ضیاع سے کوئی تفسیر کرے تو ان کی اس چبھتی کا کوئی کیا جواب دے؟ بلکہ اگر کوئی یہ اندیشہ بھی پیش کرے تو اس کا جھٹلانا آسان نہیں رہے گا کہ:

جن لوگوں نے اپنی زندگی میں تعوی پیدا کر کے اسے رنگین بنائے بغیر محض جانوروں کے گلے پر چھری پھیری ہے، ہو سکتا ہے کہ قیامت میں یہ قربانیاں ان پر کیس کر دیں کہ انھوں نے ناحق ہمارے خون کیا تھا۔

بہر حال یہ قربانیاں حقیقت کی راہ کے سنگ میل ہیں جو اس سفر میں قربانی پیش کرنے والے کے انگ انگ میں نمایاں ہونی چاہیے! اگر بندہ خلیف میں حقیقت گروٹ نہ لے۔ وقت کے برابر آپ کے حق و متانہ کے سامنے بے بس نہیں ہو گئے، نفس و طاغوت کے صنم خانے مسمار نہیں ہو سکے۔ وقت کے آذروں نے اگر بت تراشی کا پھل نہیں پالیا، حق و باطل کی اس زر نگاہ میں مار دہ او ذرا غصہ کی بھڑکائی ہوئی آگ گلزار نہیں ہو سکی تو پھر

سوچ لیجیے کہ آپ کیا ہیں اور آپ کی یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ یہ قربانیاں بہر حال آپ کو دعوت مطالعہ دیتی ہیں۔

## نادر علمی کتبائیں

ہمارے کتب خانہ میں ہر قسم کی نادر علمی کتب، درس نظامی، تفسیر و احادیث، متون و مشروح، تعلیقات، دعاشی، شعر و ادب، تاریخ و سیر، طب و حکمت، تہذیب و اخلاق، دوا دین و کلیات، عربی، فارسی، اردو کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔

اہل علم خدمت کا موقع دیں۔  
نادر علمی کتابوں کا عظیم مرکز سبحانی ایکڈمی۔ ۱۹۔ اردو بازار۔ لاہور

## الکتاب والحکمة

عنون زبیدی - رواد برتن

## دنیا یا آخرت یا دونوں؟ کیا چاہتے ہو؟

مَنْ كَانَ يُرِيدَ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَنْ مَدَّ يَدَهُ . وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا . كُلًّا لِنَدَّبْهُمُ لِلْعَذَابِ وَهُمْ لَا يَخْتَارُونَ . عَطَاءُ رَبِّكَ فَوَافُوا بِهِ . عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْضُوهٌ . أَنْظِرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ . وَلِلَّهِ خَزَائِرُ الْأُكْبَرِ . وَكَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ تَتَّخِذَ مِنْهُ مَوْجُودًا مَحْدُودًا (پیشا - بنی اسرائیل غ)

ترجمہ :- جو شخص دنیا کا طالب ہو تو ہم جسے چاہتے ہیں (اور) جتنا چاہتے ہیں اسی (دنیا میں) سر دست اس کو دے دیتے ہیں، پھر (بالآخر) ہم نے اس کے لیے دوزخ ٹھہرا رکھی ہے جس میں وہ بے حال و زائدہ (درگاہِ خدا) ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو شخص طالبِ آخرت ہو اور اس آخرت کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہیے ویسی اس کے لیے کوشش بھی کرے اور وہ ایمان (بھی) رکھتا ہو، تو یہی لوگ ہیں جن کی محنت (خدا کے ہاں) مقبول ہوگی (اے پیغمبر!) وہ (دنیا کے طالب) اور یہ (آخرت کے خواہاں) سب ہی کو ہم اُتھائے رب کی (اپنی) بخشش سے امداد دیتے ہیں اور تمہارے رب کی بخشش (کا دریا عام بہہ رہا ہے، کسی پر) بند نہیں (اے پیغمبر!) دیکھو (تو سہی کہ) ہم نے (دنیا میں) بعض لوگوں کو بعض پر کیسی برتری دی ہے اور البتہ آخرت کے درجے کہیں بڑھ کر ہیں اور (ویسے ہی اس دن کی) برتری (بھی) کہیں بڑھ کر ہے۔ (اے پیغمبر!) خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنانا ورنہ تم ایسے (جہاں) اور) بے یار و مددگار ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔

طالبِ دنیا، بات صرف چاہنے کی نہیں، کیونکہ اسے تو سب چاہتے ہیں، صرف چاہنا کچھ برا نہیں ہے اصل بُرائی یہ ہے کہ: جہاں خدا اور دنیا کی بات آجائے، وہ دنیا کو مقدم رکھے! اگر یا کہ زبانِ حال سے اس نے اعلان کیا ہے کہ: اے خدا! مجھے تو نہیں، صرف دنیا چاہیے۔ کچھ بد نصیب وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنے اقتدار کے لیے حق تعالیٰ کے "اقتدارِ اعلیٰ" سے کئی کترتے

ہیں، وہ اعتقاداً ہو یا عملاً بہر حال وہ خدائے پاک کے لواہیں حکمت کے سامنے جھکنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور اکثریت بھی اپنے مفاد و مصلحت کے لیے ان کے پیچھے ہولیتی ہے۔ مَا تَتَّبِعُوا إِلَّا مَنَاجِلَ جِبَارٍ غَیْبِہ۔ ایسے لوگوں کی بھی کوئی کمی نہیں جن کی زندگی کی ساری توانائیاں یا فکر و عمل کی غالب قوتیں زیادہ تر دنیوی شرف و عزت، مال و دولت اور لذائذ حیات کے حصول میں کھپا دی جاتی ہیں۔ سارے فرماتے ہیں، قیامت میں سب سے زیادہ گھٹائے میں یہی لوگ ہوں گے کیونکہ یہ دراصل انسان کا شیوہ ہوتا ہے جو رب کے حضور پیش ہونے کے قائل نہیں ہوتے اور عیاں بابر بعین کوشش کہ عالم دوبارہ سیت کی لائنوں پر چھوٹے اپنی زندگی استوار کی ہوتی ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۚ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۚ (الکہف ۳)

(اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ: کہو تو ہم تمہیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال سے اعتبار سے سب سے گھٹائے میں ہیں (وہاں تو یہ) وہ لوگ ہیں جن کی (ساری) کوشش دنیا کی زندگی میں کھپ گئی اور وہ اسی خیال میں رہے کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

یہ صرف شنگے ہونے والی بات ہے۔ فرمایا: ایسے لوگ، ایسا کر کے ضروری نہیں کہ ان کو ان کی حسب مرضی مل بھی جائے، ہاں اتنا ضرور ہو جاتا ہے کہ ایسے دنیا کے بھوکے لوگ اپنی نیت، ارادہ، اور تمناؤں میں فاش ہو جاتے ہیں، یعنی یہ کہ: ان کو خدا سے دنیا زیادہ عزیز ہے۔ باقی رہی لینے دینے والی بات، سو فرمایا کہ وہ ہماری مرضی پر منحصر ہے کہ کس کو کتنا ملنا چاہیے، عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا تَشَاءُ لِيَتَمَتَّعَ بِرَبِّهِ۔

باقی رہی آخرت! تو فرمایا وہاں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں رہے گا، کیونکہ انہوں نے خود اس کے لیے خدا سے درخواست کی ہوتی ہے کہ جو دنیا ہے، ہمیں یہاں مرفوضہ چاہیے۔

فَمَنْ النَّاسُ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (پت۔ بقوہ ۵)

صرف آخرت، جو لوگ آخرت چاہتے ہیں اور اس کے لیے مناسب تیاری بھی کرتے ہیں فرمایا: ان کی معتدوں کی قدر کی جائے گی۔

فَاُولَٰئِكَ كَانَتْ سَعِيَّهُمْ مَّشْكُورًا۔

آخرت کے لیے سعی و کوشش اور تیاری کے معنی ترک دنیا نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنی

ہیں کہ:

حیات متعارف کی گھڑیاں اس احساس اور فکر کے ساتھ گزاری جائیں کہ خدا کو ان کا حساب دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو یوں جیتے ہیں، وہ جی جاتے ہیں، جب تک جیتے ہیں، پاک زندگی لے کر جیتے ہیں، باقی رہیں آخری توقعات؟ تو فرمایا کہ وہ اس سے بھی بڑھ کر ہوں گی کیونکہ آخری جواب دہی کے احساس کے ساتھ جیتے ہیں، ایمان اور عمل صالح ان کا امتیازی نشان ہوتا ہے۔

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْشَىٰ ذِكْرًا مُّؤْمِنًا فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (نحلہ ۳)

ترجمہ: مرد ہو یا عورت، جو بھی شخص نیک عمل کرے گا بشرطیکہ وہ اہل ایمان بھی ہو تو ہم (دنیا میں بھی) اس کو پاک اور ستھری زندگی عطا کریں گے اور (آخرت میں بھی) ان کے (ان) بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا کریں گے۔

ہاں صرف آخرت چاہنے کے معنی ترک دنیا لینا اسلامی آخرت نہیں ہے بلکہ وہ قوم بنی اسرائیل کی رہبانیت ہے، جس کی قرآن نے مذمت کی ہے کہ ان کی یہ حرکت خانہ ساز ہے، ہماری تشخیص کردہ راہ نہیں ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاَهَا عَلَيْهِمْ دَیِّ (حدید ۲۶)

ترجمہ: اور لہذا مذہبیات کا چھوڑ بیٹھنا، جس کو انھوں نے خود ایجاد کیا تھا، ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا۔

مومن کو دونوں ورکا رہیں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل دین اور رب کی خوشنودی کی بات یہ ہے کہ: دنیا اور آخرت کی حفاظت اور بھلائیوں کا لالچ کرنا نیکی ہے۔ کسی ایک پر قناعت غیر اسلامی بات ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقْبَلُ دِيْنًا اٰتٰنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقَدْ اَعَدَّ اَبَ النَّارِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّمَّا كَسَبُوْا (پ - بقرہ ۸)

ترجمہ: اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو (یہ) دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکت دے اور آخرت میں بھی خیر و برکت دے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کو (آخرت میں) ان کے کیے کا حصہ ملنا ہے۔

بندش کسی پر نہیں۔ خدا کا یہ اعلان ہے کہ انسان پر کوئی بندش نہیں، جو چاہے کرے لیکن اب اس کے قدرتی نتائج کا راستہ روکنا اس کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ اس لیے فرمایا کہ ہم دونوں



کو سہولتیں مہیا کرتے ہیں۔ طالب دنیا کو بھی اور طالب آخرت کو بھی، کیونکہ فکر و عمل کی آزادی سب کو میسر ہے اور یہ ان کا بنیادی حق ہے اس لیے جدھر کو اٹھ دوڑتے ہیں ہم بہ جبران کو برکیں نہیں لگاتے، باقی رہا اس کا انجام؟ فرمایا وہ قدرتی ہوگا جس سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ **كَلَّا نُمَدِّدْ هُوَ لَا يُرَدُّ هُوَ لَا يَؤُودُ**۔

**درجات**۔ فکری اور عملی صلاحیتیں سب کی ایک جیسی نہیں ہوتیں اس لیے ان کی تخلیقات اور ان کے سلسلے کے درجات اور مراتب بھی یکساں نہیں ہوں گے، خدا کے ہاں سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنے والی بات نہیں ہے، ایسی مساوات، جس کے پیچ و خم میں انسان کی استعداد اور صلاحیتوں کے سامنے اختلافات و فن ہو جائیں، اسلام میں اس بے قدری کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دین برقی کی رو سے استعداد اور صلاحیتوں میں جتنا فرق ہے اتنا فرق ان کے مراتب، درجات اور کمائیوں میں لازمی ہے۔ یہ بات صرف دنیا تک محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی اس عمل کا اور کھل کر مظاہرہ کیا جائے گا کیونکہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ دنیا میں خارجی رکاوٹوں سے کما حقہ فرق مراتب کا ظہور نہ ہو، لیکن آخرت میں اس قسم کی خارجی رکاوٹوں اور دھاندلی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اس لیے اختلاف صلاحیت کی تخلیقات میں جو قدرتی درجات اور مناصب میں فرق ہوگا وہ پوری طرح نکھر کر سامنے آئے گا۔ **وَلِلْآخِرَةِ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ**۔

ہاں ان عالی درجات اور مناصب کا خون اس وقت ہو سکتا ہے جب خدا کے بجائے کسی اور سے تعلقات کی پٹنیں بڑھائی جائیں: اس لیے فرمایا کہ خدا کے ساتھ کوئی اور اُلٹا نہ "تجویز نہ کریں، ورنہ مراتب عالیہ کا تصور تو کبھی، ذلیل اور درماندہ ہو کر پڑا رہے گا۔ **لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ**

یہ خبر جماعتی حلقوں میں نہایت مسرت سے پڑھی جائے گی کہ غزنوی و صدیقی نمبر کے بعد

ادارہ الاسلام نے

شیخ الاسلام **محمد بن عبد الوہاب** رحمۃ اللہ علیہ

کا دعوت، میرت اور کاربائے نمایاں پر شتمل ایک جامع ضخیم نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔  
 ہمیں امید ہے کہ اہل قلم حضرات حب سابق ہم سے تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔  
 تفصیلات کا انتظار فرمائیں۔

**ادارہ الاسلام**۔ متصل جامعہ محمدیہ۔ چوک نیائیں۔ گوجرانوالہ

السنة والحديث

عزیز بیدی - وارہون

## خدا سے دونوں جہاں مانگو

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ دَحِيلًا مِنْ الْمُسْلِمِينَ قَدْ حَقَّتْ فَمَارَ مِثْلَ الْفُرُخِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُوا اللَّهَ بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَقُولُ:

اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتُ مُعَاقِبِيْ فِيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ فَعَجِّلْ لِيْ فِي الدُّنْيَا۔۔  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللَّهِ لَا تَطِيْقُهُ وَلَا تَسْتَطِيْعُهُ اَفْلَا قُلْتُ:

اَللّٰهُمَّ اِنْتَرَفِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔  
قَالَ فَدَعَا اللَّهُ بِهِ فَشَفَا اللَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت انسؓ سے روایت ہے: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی عیادت کی جواب ضعیف ہو چکا تھا جیسے پرندے کا (کمزور) بچہ، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ: کیا آپ نے (کبھی) اللہ سے کسی چیز کی کوئی دعا کی؟ کہا جی ہاں! میں یوں دعا کیا کرتا تھا۔

اَللّٰہی! آخرت میں مجھے جو تو عذاب کرنے والا ہے، تو اس کو دنیا میں ہی جلدی چکا دے۔  
اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹو! تو نے کیا دعا مانگی؟ تم میں عذاب اَللّٰہی کے سہار کی طاقت کہاں؟ نہ تم میں اس کی استطاعت ہے۔ یوں دعا کیوں نہ کی۔  
اَللّٰہی! دنیا میں بھی ہمیں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور عذاب دوزخ سے ہمیں محفوظ رکھ۔

چنانچہ اس نے اس کے ساتھ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بخشی۔  
خشیتِ اَللّٰہی کی بنا پر صحابی موصوف نے رب سے دعا کی اور یہ سمجھ کر کہ: آخرت کا عذاب

سخت ہو گا۔ اگر کسی طرح یہاں کی تکلیف سے وہاں کے عذاب سے نجات مل جائے تو سودا سستا ہے اس لیے رب سے ایسی دعا کر بیٹھے، جس کا بروقت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پتہ چل گیا اور جو راز تھا وہ بھی کھل گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا یہ علاج بتایا کہ خدا سے دونوں جہان مانگو۔ یہ بھی اور وہ بھی۔ جیسے دنیا پر قناعت اچھی نہیں اسی طرح آخرت پر اکتفا بھی مناسب نہیں کیونکہ بندہ دونوں جگہ خدا کے رحم اور کرم کا محتاج ہے، اسے یہاں بھی عافیت چاہیے اور وہاں بھی۔ چنانچہ جب صحابی نے خدا سے اس کے لیے درخواست کی تو قبول ہو گئی! دیکھ جاتا رہا، اللہ نے اپنی رحمت سے شفا دے دی۔

اسلام یہ ہے کہ: دنیا رب کی رضا کے تحت گزاری جائے۔ اس سے دنیا کی عافیتیں بھی ملنا رہتی ہیں اور آخرت کی کائنات بھی سلامتی کا گہوارہ بن جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

آپ اپنے کو ذلیل نہ کیا کرو! عرض کی! حضور! وہ کیسے؟ فرمایا: اپنے آپ کو ایسے ابتلا اور امتحان کے لیے خدا کے حضور پیش کرنا جس کے مقابلے اور سہا کی طاقت ہی نہ ہو! حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لَا يَتَّخِذُ لِنَفْسِهِ أَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ؟ قَالَ يَتَعَوَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ بِمَا لَا يُبْلِيَنَّ (ترمذی)

آپ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سنا کہ: اے الہی! میں تجھ سے توفیق مبرا مانگتا ہوں، حضور نے سن کر فرمایا کہ تو نے اللہ سے ابتلا کی درخواست کی ہے۔ اللہ سے عافیت مانگیے۔

سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَجَلًا وَهُوَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ النَّصِيْبَ فَقَالَ سَأَلْتَ اللَّهَ الْبَلَاءَ فَلَهُ الْعَافِيَةُ (ترمذی)

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ: دنیا بیری نہیں، اس کا غلط استعمال بُرا ہے۔ اس لیے اگر اقتدار مل جائے تو سنت یوسفی، اسوۂ سلیمانی اور سنت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، اس سے کتنا کوئی نیکی نہیں، جاگیر مل جائے، خزانہ ہاتھ لگے تو سانپ نہیں خیر ہے۔ بشرطیکہ اپنے غلط طرزِ عمل سے اسے خود انسان آگ کا انگارہ نہ بنا لے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی

حضور! سب دعاؤں سے افضل دعا کون سی ہے؟ فرمایا: دنیا اور آخرت میں اپنے رب سے "عفو" اور عافیت کی دعا کیا کیجیے!

یا رسول اللہ! اَعِی الدُّعَاءَ اَفْضَلَ؟ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَافِیَّةَ وَالْمَعَاذَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ (ترمذی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوب دعاؤں میں سے ایک یہ دعا بھی جسے آپ کم چھوڑا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَافِیَّةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَّةَ فِی دِیْنِیْ وَدُنْیَایْ وَآخِرَتِیْ وَمَالِیْ (البوداؤد - عن ابن عمر)

الہی! میں تجھ سے دنیا اور آخرت کی عافیت (سلامتی) چاہتا ہوں، الہی! مجھے عفو اور عافیت عطا کر، میرے دین میں کہ ایمان اور عمل صالح سلامت رہیں اور میری دنیا میں کہ بیدار اور مست اللہ ہے اور میرے اہل اور مال میں کہ مادی اور روحانی خرابیوں سے محفوظ رہیں

حضور فرماتے ہیں کہ اللہ کو بھی سب سے بہی پسند ہے کہ اس سے "عافیت" (سلامتی) کی درخواست کی جائے!

مَا یُسْأَلُ اللّٰهُ شَیْئًا یَّعْنٰی اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَنْ یُّسْأَلَ الْعَافِیَّةَ (ترمذی)

ہاں صرف دنیا مانگنا اچھی فال نہیں ہے۔ مَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ قَوْمٌ مِنَ الْاَحْرَابِ یَجِیئُوْنَ اِلَی الْمَوْقِفِ فِیَقُولُوْنَ:

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ عَامَ غَیْثٍ وَعَامَ خُصْبٍ وَعَامَ وِلَادٍ حَسَنٍ لَا یَذْکُرُوْنَ مِنَ الْآخِرَةِ شَیْئًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَمِنْ النَّاسِ مَنْ یَقُولُ رَبَّنَا اِنْتِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَمَالُہُ فِی الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ - ابن کثیر

دیہاتی لوگ عرفات میں اگر یوں دعا کرتے:

اے ہمارے رب! یہ بارش کا سال بنا دے، زمین کو سرسبز و شاداب کر دے۔ یہ سال اچھی ولادت کا سال کر دے (الغرض!) آخرت کا نام نہ لیتے۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ جو صرف دنیا چاہتے ہیں ان کو آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔

ان تمام روایات سے یہ بات روشن ہو گئی ہے کہ: تنہا دنیا کی درخواست بھی بری اور اکیلی آخرت کا مطالبہ بھی برا۔ بلکہ حکم ہوتا ہے کہ خدا سے دونوں جہان کی سلامتی مانگو۔

ایک طویل عمر سے راقم الحروف کا بھی یہ دستور ہو گیا ہے کہ جب کبھی کسی دنیوی حاجت کے لیے رب کی طرف رُخ کرنا پڑتا ہے تو اس کے آخر میں دَبَّنَا اِنْتَا فِي السَّائِغَةِ حَسَنَةً دَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ضرور پڑھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے تنہا دنیا یا اکیلی آخرت کی سلامتی اور عافیت کافی نہیں، دونوں جہاں چاہتا ہوں کہ! رب ان میں خیر رکھے۔ آمین!

مولانا عبد الرحمن عاچز

## انساں تو وہ کہلاتا ہے انساں نہیں ہوتا

جو دل غم دنیا سے گریزاں نہیں ہوتا  
یہ راہِ محبت ہے رہِ وادی پر خمار  
کس منہ سے وہ آسائشِ عقبی کا ہے طالب  
خوشنود بی خالق کے لیے جس کا عمل ہو  
جھک جاتا ہے انساں وہی انسان کے آگے  
اللہ کی رحمت پہ نظر رہتی ہے جس کی  
تہذیبِ فرنگی سے جو رکھتا ہے محبت  
انساں کسی انساں کے جو دکھ میں نہیں شامل  
یے سود ہے اقرار گناہوں کا زباں سے  
اللہ کی الفت کے وہ شایاں نہیں ہوتا  
اس راہ میں چلنا کوئی آساں نہیں ہوتا  
دنیا میں جو اس کے لیے کوشاں نہیں ہوتا  
مخلوق سے وہ اجر کا خواہاں نہیں ہوتا  
توحیدِ خدا کا جسے عرفاں نہیں ہوتا  
انساں سے وہ طالبِ احساں نہیں ہوتا  
پس یہ ہے کہ وہ سچا مسلمان نہیں ہوتا  
انساں تو وہ کہلاتا ہے انساں نہیں ہوتا  
جب تک تُو ترے دل سے پشیمان نہیں ہوتا

یہیں سامنے جس کے رہ منزل کے تقاضے  
عاجز وہ کبھی بے سرو ساماں نہیں ہوتا





دارالافتاء

عزیز زبیدی - داربرٹن

# اِسْتِفْتَاء

قربانی کے جانور کی عمر - زندہ خنسی جانور کے خنسی  
عرض ہے:

- ۱۔ قربانی کے جانور کی عمر کیا ہونی چاہیے، مسنہ اور شنی کے کیا معنی ہیں؟
- ۲۔ کہتے ہیں بکرا یا چھترا وغیرہ خنسی جائز ہے۔ اگر خنسی کرتے وقت خنسی لکال لیے جائیں تو ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟
- ۳۔ ایک قربانی سب گھروالوں کی طرف سے کافی ہے یا نہیں؟
- ۴۔ بکوسے اور چھترے کی طرح مادہ بکری اور بھیڑ کی قربانی بھی جائز ہے یا نہیں؟

## المجواب

۱۔ مسنہ اور شنی - قربانی کے جانور کے لیے دودا ہونا ضروری ہے۔ ہاں مجبوری ہو تو پھر بھیڑ کا جذعہ بھی جائز ہے۔ جذعہ مسنہ (دودا ہوتا) سے چھوٹا ہوتا ہے۔ ہاں سال سے کم نہ ہو، لا تذبحوا الامسنۃ الا ان یعسر علیک فختی بھوا جذعۃ من الضان (ابوداؤد)  
مسنہ اور شنی کے معنی دودا ہوتا (دونرے) والے رکے ہیں۔ یعنی دودھ کے دودانت گر کر اس کی جگہ دودانت نکل آئیں تو اس کو مسنہ اور شنی کہتے ہیں۔

حکم ابن التین عن الداؤدی: ان المسنۃ المستی سقطت اسنا فھا للبدل۔ (فتح الباری)  
الشنی الذی یلقی ثنیته (عون المعبود)

والبقرة والثنیۃ یقع علیہما اسم الممن اذا اقتنیا فاذا سقطت ثنیتهما بعد

طلوعها نقدا سنت (تاج العروس)

اصل مسنہ اور ثنیۃ کی شناخت یہی ہے، جن بزرگوں نے اس کے بجائے سالوں کے حساب سے ان کی عمریں بتائی ہیں، وہ دراصل اپنے اپنے ملک کی بات بتاتی ہے، گویا کہ اس عمر میں وہ "دودانتا"

دو ندے) ہو جاتے ہیں۔ چونکہ آب و ہوا کے اختلاف کی وجہ سے ہر ایک کا حساب الگ ہے اس لیے ہر ایک نے اپنے اپنے حساب سے عمریں گنوائی ہیں۔ ورنہ سال سے مستند اور نئیہ کی تشخیص اصولی تشخیص نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

مولانا سامووی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جھنڈا نگری نے اس موضوع پر چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں، اگر کوئی صاحب ان کو یکجا کر کے شائع کر دے تو یہ ایک بڑی دینی خدمت ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲۔ زندہ خسی کے خسیے : ان کا کھانا حرام ہے۔

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ دھمی حیۃ فھمی میتۃ (رواہ الترمذی و قال حسن غریب و ابو داؤد و ابوالفظلہ و رواہ ابن ماجہ عن ابن عمر و فیہ لعیقوب) یعنی زندہ چوپائے کا مکڑا کاٹ لینا دراصل مردار ہے۔

و عن تسمیم الداری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکون فی آخر الزمان قوم یجبون استمۃ الابل و یقطعون اذناہ الختم الا فھا قطع من حی فھو میت (ابن ماجہ و فیہ العذل وھو ضعیف و لیکن یشد بعضہ بعضا و لذلك قال الترمذی حسن) ۳۔ ایک قربانی اور سارا گھر۔ جائز اور کافی ہے۔

قال الباریب الانصاری: کان الرجل فی عھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضعی بالشاة عنہ و عن اھل بیتہ (رواہ الترمذی و صححہ) یعنی حضورؐ کے زمانے میں صحابہ ایک بکری اپنے اور اپنے گھروالوں کی طرف سے قربانی دیا کرتے تھے۔

حضرت علیؑ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ حضرت امام اوزاعیؒ، امام لیثؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (عون المعبود و شرح ابی داؤد) ہاں اسات اس کے مخالف ہیں۔

قال الحافظ:

و استدلل بہا لجمہور علی بن اضحیۃ الرجل تجزئ عنہ و عن اھل بیتہ و خالف فی ذلک العننیۃ (فتح الباری) خفیہ کا نظریہ یہ ہے کہ:

قربانی جو شخص نے رہا ہے، وہ صرف اسی کی طرف سے شمار ہوگی، مگر کے دوسرے افراد مثلاً جو ان لوگوں کے، لڑکیاں، بہنیں اور بیوی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گی۔ لیکن یہ نظریہ اور قیاس حدیث صحیح کے خلاف ہے، حضرت ابوالرب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كان الرجل في عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يضحى بالشاة عنه وعن اهل بيته (رواه الترمذی و صحیح)

عبداللہ بن ہشام منار صحابہ میں سے ہیں، وہ ایک بکری اپنے سارے گھر کی طرف سے دیتے تھے یہی حال حضرت علی کا تھا، حضرت عمرؓ اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے بھی دیتے تھے مگر خفیفہ نے تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے بچوں کی طرف سے دینے کی ضرورت نہیں۔

وروى عنه لا يعيب عن ولده ولا داهو ولا رواته (هداية كتاب الاضحية ۴۴۴) اس کے بین السطور لکھا ہے کہ اسی پر نثر ہے۔ والفتوى على ظاهر الرواية كذا في فتاوى خامنيجات (هداية ۴۴۴ ج ۲) حالانکہ مدنتہ انظر میں یہ کچھ ساتھ ہیں، کہتے ہیں کہ ان کا بوجھ والدین پر ہوتا ہے اور یہ قربت کا معاملہ جو کسی کی طرف سے دوسرے پر واجب نہیں ہوا کرتی۔

بغلاف صدقة انظر لان السبب هناك رأس يموذو على عليه .... وهذا قربته محضته والاصل في القرب ان لا تجب على الغير بسبب الغير (هداية ۴۴۴)

لیکن یہ محض قیاس ہے جو صحیح روایات کے خلاف ہے، اس لیے بے معنی ہے۔  
عن عبد الله بن هشام وقد ادرك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان امهات بنات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فمسح برأسه ودعا له وكان يضحى بالشاة الواحدة عن جميع اهلہ۔

قال الميشتي: قلت هو الصحيح وغيره خلا ذكر الاضحية، رواه الطبرانی في الكبير ورجالہ رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۴۱۲) وقال الحافظ: اخرجها لھا کھر (درایۃ)  
كان عمر يضحى عن منغار ولده (كنز العمال ۴۱۲) بجوالہ ابن ابی الدنیا

عن علی انہ کان یضحی بالاضحیۃ الواحدة عن جماعۃ اهلہ (کنز العمال ۴۱۲) بجوالہ مذکور ہاں ویسے اگر کوئی صاحب خوشی سے ہزار بکرے چترے قربانی دے ڈالے تو یہ اور بات ہے، کار ثواب ہے۔

۴۔ مادہ کی قربانی۔ جس طرح بکرا چتر ادرینڈھا جائز ہے، اسی طرح بھیڑ بکری، گائے اور بٹنی سبھی جائز ہیں۔

كان الرجل في عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يضحى بالشاة عنه وعن اهل بيته (ترمذی و صحیح)

ثنا "اسم جنس" ہے جو بکرا اور بکری، بھیڑ اور چیترا سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔  
ہاں اگر وہ دودھ والی ہو اور اس کی قربانی کے بعد وہ لوگ مشکل میں پڑ جائیں گے تو پھر اس کی قربانی سے پرہیز کیا جائے۔

ہاں ذی الحجہ کے چاند کے بعد حجامت نہ کرائیں۔ عید کے دن کرائیں۔ قربانی کا اس کو ثواب مل جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

ارایت ان لم اجد الامنیۃ انشی افاضی بها قال لا ولکن تاخذ شعرك واطفالك و  
تقص شاربک وتحلق عانتک فتلک تمام اضحیتک عند اللہ (ابوداؤد عن عبد اللہ بن عمر)  
وفي عون المعبود: قال القرطبی ولعل المراد من المنیۃ ههنا بالمتع بها وانما وضعه  
لانه لم یکن عندہ شیء سواها ینتفع به (عون المعبود)

وارقطنی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی ان کی اپنی نہیں تھی۔ باپ نے دودھ پینے کو  
دی تھی۔

فقال الرجل فان لم اجد الامنیۃ ابی او شاة ابی واهلی و منیۃهم اذ یجہا قال  
لا ولکن قلما طفلك الحدیث (دارقطنی ص ۴۵)

المنیۃ عموماً دودھ پینے یا اور کچھ فائدہ اٹھانے کے لیے عطا کردہ بکری یا اونٹنی وغیرہ کو کہتے ہیں  
جو واپس کر دی جاتی ہے۔

المنیۃ مردودة (ربنا عن انس)

المنیۃ ان یعطى الرجل الرجل فاقاة او شاة ینتفع بلیسها او بصوفها ذ ما ناثہ  
بردها (تنقیح الرواة)

اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ صرف باپ کی کر کے کہہ رہے ہوں کہ اگر اجازت ہو تو اس کی قربانی دے دوں  
ظاہر ہے اب منع کی علت "پرائی چیز" ہوگی۔ دودھ والی نہیں۔ بہر حال مادہ کی قربانی جائز نہ ہے، الا یہ کہ  
اس کے بعد سارے گھر کو اس کی وجہ سے تکلیف کا سامنا پڑ جائے۔

دوسرے اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسی شے ہے جس سے میں خود بھی مستفید ہوتا  
ہوں اور دوسرے تمہارا بھی اتنا ع کے لیے دیتا ہوں۔

فمعنی قوله لم اجد الامنیۃ ای لی ناقۃ ذات لبن انتفع به واعطیه  
للمحتاج (تنقیح الرواة)

گو یا کہ اس سے کئی لوگوں کا مستقبل وابستہ ہے، اس لیے ایسی چیز کی قربانی کئی ایک لوگوں کے مستقبل کو خطرے میں ڈالنے والی بات ہے۔ قربانی دیجیے مگر گھر بھونک کر نہیں۔

## استفتاء ۲

۱۔ قربانی کے لیے صبح سلامت بکوالیا مگر دیوار سے پھسل کر گر گیا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے کیا اس کی قربانی جائز ہے۔

۲۔ کیا یہ صبح ہے کہ اس دن اپنی قربانی کے گوشت سے روزہ (نیم روزہ) کھولا جائے۔

## الجواب

اگر متطیع ہے تو اسے صدقہ کر دے اور اس سے بہتر لے کر اس کی قربانی دے؛ حضور نے حضرت حکیم بن حزام کو ایک دینار (داشتری) دے کر قربانی کے لیے بھیجا، انھوں نے ایک دینار کا لے کر دوسرا کا بیچ دیا، پھر ایک دینار کا مینٹھا اور ایک دینار حضور کو واپس کر دیا، آپ نے اسے قبول فرمایا اور جو دینار بچا تھا اسے صدقہ کر دیا اور اسے برکت کی دعا دی۔

قال حکیم بن خزام ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعث معہ دینار لیشتري لہ بہ اضحیۃ فاشتری کتبا بدینار و باعہ بدینارین فوجہ فاشتری اضحیۃ بدینار فجاوبہا و بالذینا والذی استفضل من الاثری تصدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذاعالہ ان یمارک لہ فی تجارتہ (البوداؤد) دفعی رواۃ للبغاری شاة \* بدل کتبا (بخاری)

بخاری میں ہے کہ، اگر وہ مٹی بھی خرید لاتے تو اس میں بھی اس کو نفع ہوتا۔

ذکان لا اشتری ترا بالمریج فیہ (بخاری)

ہاں اگر اتنا جو صلہ نہیں پڑتا تو پھر اسے ہی قربانی کر دے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ابتعنا کتبا تصضی بہ فاصاب الذئب من

البتہ اذا نہضنا لہ النسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فامرنا ان تصضی بہ (ابن ماجہ)

اس میں دو ستم ہیں، ایک اس میں جابر جعفی ہے جس کے متعلق ہے کہ متفق علی ضعفہ

دوسرا محمد بن قرظہ انصاری ہے جو مجہول ہے۔

جابر جعفی کی یہ کیفیت شروع سے ایسی نہیں تھی بلکہ بعد میں پیدا ہوئی ہے۔

انہ کان فی اول الاموالی شارع واضح الاعیار علیہ و ہوا المتواتر عن المصدر الاول والمجمع

علیہ الامۃ ثم اوصی ببعض تلك المقالات واستعمل بالمرأی فاحتل امرؤ (تعمیق التقریب)



اس لیے جنہوں نے شروع میں ان سے سنا ہے، ان کی روایت ان سے صحیح ہے۔ مثلاً سفیان ثوری اور شعبہ:

وان ما روى عند سفیان و شعبۃ من القدماء احسن (تعمیل التقریب ص ۱۷)

ابن ماجہ کی روایت میں ان سے راوی سفیان ثوری ہے۔ بعد میں جب جابر جعفی کی حالت بگڑی تو حضرت سفیان ثوری نے لوگوں کو ان سے حدیث لینے سے منع کر دیا تھا، اس پر کسی نے ان سے کہہ دیا تھا کہ پھر آپ اس کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو فرمایا: میں اس کے پرجہ اور جھوٹ میں اتنا زکرمسکتا ہوں۔

فقیل انک تجئ الیہ و تروی فقال انا اعرف صدقة من کذابه (تعمیل التقریب ص ۱۷)

ابو عوانہ اور شریک نے بھی سفیان ثوری کی طرح روایت کی ہے (طحاوی ص ۲۴۲) امام طحاوی نے اس روایت کی تضعیف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: یہ روایت بے کار ہے، شعبہ نے کہا ہے کہ: ہم نے ان سے یہ روایت نہیں سنی۔

وقد بین ذلک شعبۃ حدثنا عبد الغنی .... قال ولم نسمع متناہا اشتري كبشتا الحديث (طحاوی ص ۲۴۲)۔

ٹھیک ہے شعبہ نے نہیں سنا ہوگا، مگر حضرت سفیان فرماتے ہیں، میں نے سنا ہے، دونوں سچے ہیں۔

فہم بن قرق بن کعب الانصاری کی توثیق ابن حبان نے کی ہے، مجہول کی توثیق اس کو قابل احتجاج بنادیتی ہے۔

قال الخزرجی: وثقت ابن حبان (خلاصہ تذهیب الکمال ص ۲۹)

اس کے علاوہ اس کی تائید بیہقی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔

قال البیهقی: ورواه حماد بن سلمۃ عن الحجاج بن اطاۃ عن عطیۃ عن ابی سعید ان رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن شاة قطع ذنبها یضحی بها (تلخیص العیبر ص ۳۸۶)

حجاج ملس ہے لیکن اعتبار کے لیے مفید ہے حضرت علی سے بھی یہی روایت ہے کہ: ایسی قربانی کر لیں بشرطیکہ مذبح تک جا سکے۔

روینا عن علی بن ابی طالب من طویق ابی اسحق عن ہبیر بن مریم قال: قال علی اذا

اشتریت الاضغیۃ سلیمۃ فاصابها عندک عوار و عرج فبلغت المنسک فضع بها (محل ص ۱۲۴)

ابراہیم غنی کا یہی قول ہے۔

حماد بن ابراہیم فی الاضحیۃ یشتریکہا الرجل وہی صحیحۃ ثم یعرضہا عوراً و عیفاً  
او عرج قال تجزئہ ان شاء اللہ تعالیٰ (جامع المسانید و قال اخو جہ الامام محمد  
ابن الحسن فی الاثر ۲)

ابن حزم نے ہند شعبہ حماد بن ابی سلیمان کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔

وہو قول حماد بن ابی سلیمان روینا لا من طریق شعبۃ وہو قول الحسن و ابراہیم (محلۃ ۴)  
الغرض ان تمام روایات مرفوعہ اور آثار سے اندازہ ہوتا ہے کہ: یہ روایت بالکل بے اصل نہیں  
ہے اس لیے اگر کسی صاحب کو یہ شکل پیش آجائے تو اس کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے۔ گو ہم اس کو فرض  
نہیں کہتے تاہم اس سے بالکلید نکال بھی مناسب نہیں ہے۔

ان روایات کے علاوہ ہمارے نزدیک اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اب اس کو نجی دولت  
نہیں تصور کرتے بلکہ اس کی حیثیت سرکاری سمجھتے ہیں، اب اگر کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے تو نجی مال میں نہیں  
ہوئی۔ اس لیے آئمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ہدی وغیرہ کا دودھ بھی کوئی شخص نہیں پی سکتا، اگر پی لے  
تو اس کی قیمت صدقہ کر دے۔

واختلفوا ایضاً فی اللبن اذا احتلب منه فعمد العترة والشافعیۃ والحنفیۃ یتصدق  
به فان اكله تصدق بثمنه (نیل الاوطار ۴)

اہم مالک اس سے صرف اتنا اختلاف کرتے ہیں کہ: اگر پی بیٹھا تو پھر جانے دو۔

وقال مالک لا یشرب من لبنه فان شرب لم یعزم (نیل الاوطار ۴)  
کیوں صرف اس لیے کہ اسے سرکاری حیثیت حاصل ہو گئی ہے پس یہی حکم قربانی کے جانور کا ہے  
یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگ جو ایسی قربانی کو جائز نہیں سمجھتے وہ اس کی اون وغیرہ کے اتارنے اور اپنے  
کام میں لانے کو بھی جائز نہیں کہتے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ وہ مال بخل کا ہے۔ لیکن نماز کی طرح اگر دقت سے پہلے  
مر جائے تو اس کا ثواب گواہ ایک صدقہ کی حیثیت سے حاصل تو ہو سکتا ہے لیکن وقت سے پہلے وہ  
اس کی قربانی شمار نہیں ہو سکتی۔

وہ بزرگ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہاں اگر ایام قربانی میں مثلاً اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے تو پھر جائز  
ہے، کیونکہ اب گویا قربانی ہو ہی گئی۔ مگر اس کی انھوں نے دلیل نہیں بیان فرمائی۔ حتیٰ مبلغ  
امیدی محملہ کا سہارا کچھ زیادہ مفید سہارا نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلے کی تفصیلات اس سے ثابت نہیں

ہوتیں۔ حتیٰ مبلغ الحدی محلہ میں دم احصار کا ذکر ہے کہ اگر کوئی کا پیش بامے تو پھر ہدیٰ کو کسی کے ہاتھ بھجیو اور اس کے ساتھ وقت مقرر پر ذبح کر دو۔ اس کے مطابق انداز سے بعد میں سرخٹا کر حلال ہو جائے۔ پہلے نہیں! موصوف نے محمد کے معنی حلال ہونے کی جگہ یا وقت کے کیے ہیں، حالانکہ حملہ سے مراد ذبح ہو جانا ہے کہ ٹھکانے لگ جائے! اس کے علاوہ ضروری نہیں کہ حرم میں اسے بھیجا جائے، جہاں رک گیا ہے وہیں ذبح کر کے حلال ہو جائے۔ جیسا کہ مسلح حدیبیہ میں آپ نے کیا تھا۔ اس لیے ایام قربانی میں عیب پیدا ہونے کی صورت میں اسے جائز کہنا تقریباً تام نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ جب خرید یا تھا قربانی کے لائق تھا، سلامت تھا۔ اب اگر کوئی بلا لاتی ہو گئی ہے تو وہ سرکاری نقص ہے سخی نہیں ہے۔ ورنہ بندگان خدا ایک تکلیف شاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ دین، دین لیسر ہے دین عسر نہیں ہے۔

اپنی قربانی کے گوشت سے روزہ کھولا جائے۔ سنت یہی ہے کہ نماز پڑھ کر قربانی دی جائے پھر اس کے گوشت سے ہی روزہ کھولا جائے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح کیا کرتے تھے اور یہی سنت ہے۔

عن ابی بردۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفعد وایوم غط حتیٰ یاکل ولا یاکل یوم الا ضحیٰ حتی یرجع رواہ ابن ماجہ والترمذی واحمد وزاد : فیاکل من اضحیتہ وقال اشوکا فی اخرہما ایضاً ابن حبان والدارقطنی والحاکم والبیہقی وصحہ بن القطان ریل الاوطار (۲۴) ولكن قال العافظ : فیہ مقال رتق (۲۵) قال الزلیعی : وعن الحاکم رواہ البیہقی فی المعرفة ورواہ الدارقطنی فی سننہ زاد : حتی یرجع فیاکل من اضحیتہ قال بن القطان فی کتابہ وھذا الحدیث عندی مع جمیع ذات ثواب بن عتبۃ الجہری بصری ثقہ وثقہ ابن المعین ، روی عنہ عباس واسحق بن منصور وزیادۃ الدارقطنی ایضاً صحیحۃ اذ : کلاھ ورواہ احمد بالزیادۃ۔ حدیث اخبرہ فی البصری فی معجمہ الوسط . . . . . عن ابن عباس قال من سنۃ ان لا یخرج یوم الفطر شبعاً ، یطعم ولا یوم النحر حتی یرجع انتہی (نفس الزبیر مکتب) وزاد احمد فیاکل من اضحیتہ وھو زیادۃ صحیحۃ ورواہ البرکاء الاثر مرفیظ حتی یضی کذا فی المتقی والنیل وفی رواۃ البیہقی فیاکل من کذا فی عمدۃ القاری (تحفۃ الاحوذی ۲۸۱) یعنی حضور اپنی قربانی کی کلیجی کھاتے تھے۔ وفی روایۃ الدارقطنی : حتی یرجع فیاکل من اضحیتہ وقال عبد الصمد : حتی یرجع (دارقطنی ۱۸۱)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عید الفطر میں صبح کو کچھ کھائے بغیر نہیں نکلتے تھے اور عید الاضحیٰ میں نماز عید سے واپسی سے پہلے کچھ نہیں کھاتے تھے۔ واپس اگر اپنی قربانی کا گوشت کھاتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کو اپنی قربانی کا گوشت کھانا چاہیے۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لياكل كل رحيل من اضحيته رواه الطبراني في الكبير  
قال البيهقي وفيه عبد الله بن خراش وثقه ابن حبان وقال ربما اخطأ وضعه الجمهور  
(مجمع الزوائد ۲۵)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب کوئی قربانی دے تو اسے اپنی قربانی کا گوشت کھانا چاہیے۔

اذا ضحى احدكم فلياكل من اضحيته رواه احمد قال البيهقي رجاء رجال الصحيح  
۲۶، وقال السيوطي (رحم) عن ابى هريرة (صح) جامع صغير ۲۶

ان دونوں روایات کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ: قربانی کر کے اپنی قربانی کے گوشت سے  
روزہ کھولنا چاہیے! دوسرے یہ کہ: قربانی دی ہے تو اس کا گوشت بھی آپ کو کھانا چاہیے، نحرے  
یا تقشف سے کام نہیں لینا چاہیے، یہ مبارک گوشت ہے، اس سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔  
باقی رہے وہ لوگ جو قربانی دینے سے معذور ہوتے ہیں، ان کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ نماز  
عید سے فارغ ہوں، پھر جو ماہیں کھاپی لیں۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يخرج يوما ليعط حنظل ولا يطعم حتى يصلي  
(رواه الترمذي ۱۰۱) والله اعلم

### ۳ استفتاء

گوہر نوالہ سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شریعتین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر ایک دعوت میں مدعو تھے و دونوں  
بھائی جب وقت نقرہ پر وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگ کھڑے کھڑے حیوانوں کی طرح کھانے میں مصروف  
ہیں۔ زید کی غیرت نے اس بات کو گوارا نہ کیا۔ اور اس فعل پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے واپس چلا  
آیا۔ جب اہل خانہ نے زور دیا کہ آپ واپس نہ جائیں بلکہ ہمیں الگ بیٹھ کر کھانا کھالیں۔ تو زید نے  
یہ کہہ کر وہاں بیٹھنے سے انکار کر دیا کہ جب آپ کا یہ فعل و اقدام غیر شرعی ہے اور انسانی عزت و  
تکبر کے خلاف ہے تو میں محض اپنی ذات کے لیے الگ بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتا۔ لیکن بکر  
نے اس خیال سے وہاں الگ بیٹھ کر کھالیا کہ اولاً بیٹھ کر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ثانیاً قطع  
تعلق مناسب نہیں ہے۔ ثالثاً ان لوگوں کو بعد از طعام نرمی سے سمجھانا مفید رہے۔ یہ الگ بات ہے  
وہ تجھیں یا نہ تجھیں۔ اس بنا پر بکر نے زید کو مجبور کیا کہ تم بھی بیٹھ کر کھانا کھا لو۔ لیکن زید اپنے موقف پر

قائم ہے کہ امر بالمعروف کھانے سے پہلے ہو چکا کہ یہ طریقہ غیر شرعی ہے لہذا یہاں سے کنارہ کرنا ضروری ہے۔ اللہ کی حدود پھاندنے والوں سے اظہار ناراضگی اور وقتی قطع تعلق کا کوئی حرج نہیں۔ دونوں میں سے کس کا موقف صحیح ہے۔ بتینوا و تو جروا۔

جواب بذریعہ محدث یا کسی بھی جماعتی اخبار کے عنایت فرمائیے۔ والسلام۔

از عبد اللہ ابراہیم ریث۔ پرانی سنبری منڈی۔ گوجرانوالہ

دعوت ولیم میں کھڑے ہو کر کھانے کے خلاف احتجاجاً واک آؤٹ کرنا

الجواب

زید کا موقف، بکر کے قول کی بنسبت اقرب الی الحق والحکمتہ ہے؛ تفصیل اس کی یہ ہے۔ کھانا ہویا پینا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ کر کھاتے تھے۔

عن انس قال رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقعیا یا کل صحرا و صلہ منہا باب

استحباب تواضع الاکل وصفتہ تعودا

اہم نووی نے کھانے والے کے عاجزانہ انداز پر اس حدیث کو محمول کیا ہے، تبویب سابق ملاحظہ ہو۔ بیٹھنے کے انداز مختلف تھے، بعض اوقات گھٹنے ٹیک کر بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عربی نے اس بیٹھک پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ کیا بیٹھنا ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے معزز عبد بنایا ہے، مجھے سرکش متکبر نہیں بنایا۔

فلما کثرت حیثی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قتال الاعرابی ما ہذا المجلس

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ جعلنی عبد اکریما ولم یجعلنی جبارا عنیدا (ابو داؤد باب فی الاکل من اعلی المصحفۃ)

معلوم ہوا کہ ایسی فردنی اور کمساری جو باوقار بھی ہو، گھٹنے ٹیک کر بیٹھنا اس کے منافی نہیں ہے بلکہ اسلام کی نگاہ میں یہ عین معزز طریقہ ہے۔ دراصل بات زاویہ نگاہ کی ہے، ایک سچا عبد مسلم جہاں بھی ہوتا ہے، وہ یہی تصور کرتا ہے کہ وہ خدا کے حضور حاضر ہے، چنانچہ جب کھانے پینے کا وقت آتا ہے تو وہ اب بھی یہی تصور کرتا ہے کہ وہ خدا کے دربار میں حاضر ہے، اور اس کا دیا ہوا کھانا ایک میٹھے کی طرح کھانے لگتا ہے، اس لیے گھٹنے ٹیک کر بیٹھنا ہے جیسے بندہ اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے۔ ایسا شخص گویا ہر کھانا نظر آتا ہے جو ایک دنیوی گورکھ دھندلے ہے۔ تاہم خدا کے ہاں وہ اب بھی عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:



میں ایک عید زندہ خدا ہوں اور ایک عید کی طرح کھاتا ہوں اور ایک عید کی طرح بیٹھتا ہوں۔ اُکل کما یا کل العید واجلس کما یجلس العید (رواہ فی شرح السنۃ - مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ وشماثلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال انقاری: اما علی الرکبتین کھیۃ الصلوٰۃ وهو افضل الھیئات رمرقات مہذبہ یعنی جیسے کوئی نماز میں بیٹھتا ہے ویسے بیٹھنا چاہیے۔ ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ: میں تو صرف عید خدا کا بندہ اور غلام ہوں، ہمارا کھانا اور پینا ایک عید کی طرح ہے۔

فانما انا عبد ناکل کما یا کل العید وتشرب کما یشرب العید (المطالب العالیہ ص ۲۳ عن رجل من بنی فہر، دا خوجہ الھیثمی عن ابی ہریرۃ وعزاة للبزار مختصراً فیہ ابن دشتیہا دمعاً عتہ قال لہما عرفہما ربقیہ رجالہ ثقات)

سیوطی نے طبرانی سے روایت کی ہے کہ: ابن عباس فرماتے ہیں: حضور زمین پر بیٹھ کر کھاتے تھے۔ کان یجلس علی الارض ویاکل علی الارض (طب - عن ابن عباس - صح - جامع صغیر ص ۱۱۱ باب کات دہی شماثل الشریفۃ)

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ: آپ کا بڑی سے بڑی ٹھاٹ باٹھ والا دسترخوان صرف یہ تھا کہ: زمین پر رومال رکھ کر کھاتے۔

دکات معظمہ مطعمہ یوضع علی الارض فی السفر وہی کانت مائدتہ رزاد المعاد ص ۵، دارمی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے جوتا اتار کر کھانے کو فرمایا تھا کہ اس طرح پاؤں سہلا لیتے ہیں۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم فانہ ارواح لاقدامکم (دارمی ص ۱۰۱ باب خلع النعال عند الاکل)

یہ وہ امور ہیں جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پینے کے سلسلے میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اگر کسی کو اپنے ایمان اور حضور کی سنت سے پیار ہے تو اس کے لیے اس سے مختلف سوچنا ہی غلط ہے اس لیے حضور کی سنت حسنہ کا پیہڑا یہ مثبت پہلو ہی ہمارے لیے کافی ہے، چر جائے کہ: کھڑے ہو کر کھانے پینے کا بھی اگلی ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی ص ۲۰۳ میں لکھا ہے کہ:

میز یا خوان پر کبھی نہیں کھایا، خوان زمین سے کسی قدر اونچی نیز ہوتی ہے اعظم اسی پر کھانا رکھ کر

کھاتے تھے۔ چونکہ یہ بھی فخر و امتیاز کی علامت تھی یعنی امرا اور اہل جاہ کے ساتھ مخصوص تھی اس لیے آپ نے اس پر کھانا پسند نہیں فرمایا۔

یہاں تو اس پر اضافہ کھڑے ہونے کا بھی ہو گیا ہے۔ اور غریب کے لیے یہ فتنہ بنتا جا رہا ہے۔ اگر حضور کی سنت پر عمل کیا جائے، زمین پر چٹائی وغیرہ بچھا کر روٹیوں والی چادریں اور رومال پر کھانا رکھ کر کھانے کی کوشش کی جائے تو بہت سے نمصوں سے نجات مل جائے۔ آج کل سب سے بڑا بہانہ پیٹ کا بہانہ ہے پہلے تو یہ ہمارا ملی اور قومی لباس نہیں ہے۔ مغربی اقوام کے مزدوروں نے کارخانوں میں کام کاج میں پھر تیلے پن کے لیے اسے ایجاد کیا تھا، اب وہ لوگ بھی اس پر قربان ہونے لگے ہیں جن کو تنکا توڑنے کی زحمت کا بھی سامنا نہیں ہوتا۔ چلیے اسے بھی چھوڑ بیٹے۔ پیٹ ہی سہی، اس کے ساتھ آخر نماز بھی تو پڑھتے ہیں۔ اگر حضور کی سنت کے لیے اسے بھی اپنالیں تو کچھ گراں سودا بھی نہیں ہے۔ ویسے بھی کھڑے ہو کر کھانا مسرفین اور مترفین کا فیشن ہے، جس کو بہر صورت حضور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ روایات نہیں۔ حضور نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع بھی فرمایا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ: حضور نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نہی عن الشرب قائماً (مسلم باب فی الشرب قائماً ص ۳۶)  
صرف منع نہیں، ٹوانٹ بھی دیا تھا۔

ان البی صلی اللہ علیہ وسلم زجر عن الشرب قائماً (مسلم ص ۳۶) وشرح معانی الآثار للطحاوی (ص ۳۶)  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ کھڑے ہو کر کوئی نہ پئے، اگر کوئی پی لے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قے کر دے۔  
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یشرین احدکم منکم قائماً فین نسئ فلیستقی (مسلم ص ۳۶)  
ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: اگر کھڑے ہو کر پینے کی سنگینی کا کسی کو علم ہو جائے تو وہ اسے قے ہی کر دے۔

لو یصل الرجل الذی یشریب وهو قائم لاستقواء ربیل الاطوار بحوالہ احمد وقال  
صححه ابن حبان عن ابی ہریرۃ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک شخص کو کھڑے ہو کر پیتے دیکھا تو فرمایا اسے قے کر دے، اس نے عرض کی: حضور! کیوں؟ فرمایا: کیا یہ پسند کر دے کہ بلی آپ کے ساتھ پئے۔ کہا نہیں!

فرمایا: آپ کے ساتھ کو شیطان نے نوش کیا ہے: قال ابو ہریرۃ:

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای رجلاً یشرب قائماً فقال لہ: قال الیسر ان یشرب معک اہرب قال لا، قال قد شرب معک من ہوشرمنہ الشیطان (رواہ احمد - نیل ص ۱۱۱)  
حضرت انسؓ سے قادم نے پوچھا کہ: یہ تو پینا ہوا، کھانے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: وہ اس سے بھی بدتر یا خبیث تر فعل ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یشرب الرجل قائماً قال قتادۃ: قلنا: فالاکل؟ فقال: ذاک اشرا واخبث (مسلم ص ۱۱۱)  
یہ وہ روایات ہیں جو کھڑے ہو کر پینے کے خلاف ہیں، لیکن کچھ اور روایات ایسی ملتی ہیں جن سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو کھڑے ہو کر پینے کو جائز کہتے ہیں۔ وہ روایات یہ ہیں۔  
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پیا تھا۔  
عن ابن عباس: قال شرب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائماً من زمزم (مسلم ص ۱۱۱)  
والبخاری واللفظ (ص ۱۱۱)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم تو حضور کے زمانہ میں ملتے پھرتے اور کھڑے کھاتے پیتے تھے۔  
کنا ناکل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام (ترمذی وصحیح ما جاع فی الرخصۃ فی الشرب قائماً)  
حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر پی کر دکھایا کہ لوگ برا مناتے ہیں حالانکہ حضور کو میں نے ویسے کرتے دیکھا ہے، جیسے میں نے کیا ہے:

شرب وهو قائم، قال اننا ساء لیکرہون الشرب قائماً وان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صنع مثل ما صنعت (رواہ البخاری احمد واللفظ ص ۱۱۱)

اس کے علاوہ کچھ موقوف آثار ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج نہیں۔  
اس لیے اس میں اختلاف ہو گیا ہے۔ جہور کا فیصلہ یہ ہے کہ: جن احادیث میں نہی وارد ہوئی ہے، اس سے مراد نہی تنزیہیہ (مکروہ تنزیہیہ) ہے گویا کہ کھڑے ہو کر کھانا پینا شایان نشان بات نہیں ہے اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا پینا جاسکتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حرام نہیں ہے۔ گنجائش ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور دوسرے بہت سے ائمہ نے اس کو بیہ کو پسند کیا ہے۔

وهذا احسن المسالك واسلمها ولا یعدھا من الاعتراض (فتح الباری ص ۳۴۲)

صحیح یہ ہے کہ: یہ جائز نہیں ہے، حضور سے جہاں جہاں کھڑے ہو کر بیٹھا ثابت ہے، وہ اتشائی صورتیں ہیں مثلاً زمزم کا پانی ہے، حضور نے اسے ”با برکت“ شے کہا ہے: انھا مبارکۃ مسموۃ فضائل ابی خد) یہ پانی جبریل امین نے اپنے پاؤں کی ایڑی مار کر نکالا تھا: ان جبرائیل حین رکض زمزم بعقبہ (موارد الظلمات ۲۵۸) وفی روایۃ للبخاری: فاذا هی الملائک عند موضع زمزم فبعث بعقبہ اذ قال بعینا حہ حتی ظہر الماء)

ابن حبان وطبرانی وغیرہ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ: روئے زمین پر سب سے بہتر زمزم کا پانی ہے۔

خیر ماء علی وجه الارض ماء زمزم (رجالہ ثقات)  
حضور کا سینہ مبارک بھی اسی ماء زمزم سے دھو یا گیا تھا۔

فمنزل جبرائیل ففوج صمدی ثوب غسلہ بماء زمزم (بخاری ۲۲۱)  
اس پانی کی ان مبارک خصوصیات کی بنا پر اپنے کھڑے ہو کر پیانا، ام بخاری کے صنیع سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے: چنانچہ ”باب ماجاء زمزم“ کے عنوان کے تحت کھڑے ہو کر زمزم کے پانی کے پینے کا ذکر فرمایا ہے۔

ان ابن عباس حدثنا قال سقیبت رسول اللہ علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من زمزم فشرب وهو قائم (بخاری ۲۲۱)

چنانچہ ائمہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیے بلکہ وضو کے پانی کا بھی یہی حکم ہے (حاشی سلفیہ بحوالہ لمعات وقرات) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر جو پانی پی کر دکھا یا تھا، وہ وضو کا ہی تھا۔ اس کے علاوہ امام ابن القیم فرماتے ہیں کہ جہاں کھڑے ہونے کا ذکر ہے، وہ ”مترعی عذر“ کی بنا پر ہے۔ یعنی عام حالات کی یہ بات نہیں ہے۔

باقی رہا بعض صحابہ کا عمل کہ وہ کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج نہیں تصور کرتے تھے تو حدیث مرفوعہ (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہوتے ہوئے ان کو محل استدلال میں پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ منع والی حدیثوں میں بعض ایسے متعلق بیان کیے گئے ہیں جو جواز کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہیں دیتے۔

نرحمہ۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے ڈانٹ اور جھاڑ پلائی تھی تو یہ بات اس وقت ممکن ہوتی ہے جب اسلامی روح اس کو برداشت نہ کرتی ہو۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم آزادانہ چلتے پھرتے اور کھڑے

ہو کر کھانی لیتے تھے، غالباً حضور نے کچھ ایسی ہی صورت حال دیکھ کر ان کو تنبیہ فرمائی ہوگی۔ کیونکہ زجر و توبیخ کے مواقع کچھ اسی قسم کے مواقع ہوتے ہیں، یہ صرف مشد تلبے کی بات نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض عام ہے اور حضور زجر و توبیخ کے ذریعے اس کو بند کرنا چاہتے ہیں۔

تفہ کرنا۔ اگر بھولے سے کوئی پی لے تو اسے یہ کہنا کہ تھے کر دے، یہ کچھ سادہ سی بات نہیں ہو سکتی، اگر اس کی سنگینی تھے کرنے کے منظر سے زیادہ کریہ نہ ہوتی تو اسے تھے کرنے کو بالکل نہ فرماتے۔ کیونکہ تھے کرنا کھٹے ہو کر کھانے پینے سے شدید تر بھی ہے اور مکروہ تہمتی، کیونکہ اس سے سخت گھن آتی ہے۔ شیطان کی شرکت۔ یہ ارشاد کہ شیطان نے تیرے ساتھ شرکت کی ہے یہ بات گو مکروہ تہمتی نہیں ہے دیتی۔ کیونکہ شیطان کی شرکت بہت بڑی معصیت کی علامت ہوتی ہے۔ و در حاضر کے عظیم محدث حضرت شیخ البانی کا بھی یہی ارشاد ہے۔

و خالفہم ابن حزم فذہب الی التحریر و مل هذا هو الاقرب للصواب فان القول بالتزہیہ لا یساعد لفظ زجر ولا الامر بالاستغفار ولا نہ .... فیہ مشتقۃ شدیدۃ فی الانسان و ما اعمل ان فی الشریعۃ مثل هذا التکلیف کجزاء لمن تامل با مر مستحب و کذا قولہ قد شرب معک شیطانات فیہ تنفیر شدید عن الشرب فاکسًا و ما اخال ذلک یقال فی ترک مستحب (الاحادیث الصحیحة ۱۲۹)

اس کے علاوہ یہ شعار صرف دنیا دار اور متجددین کا ہے، صلحائے امت کا یہ شعار نہیں ہے جہاں نیکوں کا اجتماع ہو یا آپ یہ رنگ نہیں دیکھیں گے۔ کیونکہ کھانے پینے کی جو عام اور معتاد سنت ہے اجتماعی طور پر صلحا اس کے خلاف پر مجتمع ہو جائیں بہت بڑی دھاندلی ہے۔ اس لیے جس صاحب نے اس منکر کو دیکھ کر واگ آؤٹ کیا ہے۔ انھوں نے درست کیا ہے۔ اس سے بھی کہیں معمولی قسم کا منکر دیکھ کر حضور نے اپنی جگہ گوشہ قبول کے گھر سے اور حضرت ابو ایوب نے حضرت ابن عمر کے گھر سے احتجاجاً واگ آؤٹ کیا تھا۔ (جمع الزوائد وغیرہ) واللہ اعلم۔

## ۴ استفتاء سحری کی اذان

گو جوا نوالہ (پرانی سبز منڈی) سے جناب عبداللہ صاحب لکھتے ہیں۔  
سحری کی اذان کا کیا حکم ہے، اگر سنت ہے تو اس کے منکر کو کیا کہا جائے؟ (مختصر)

## الجواب

بھائی میرے! آپ نے یہ استفتاء کر کے ہمارے زخموں کو چھیر دیا ہے۔ آپ کو شاید اندازہ نہیں کہ آپ



نے ہم سے کیا پوچھا ہے؟ یعنی یہ اس وقت کی بات ہے جب خیر غالب تھی، نفی روزوں کی یوں ربیل پہلی تھی جیسے بارہ ماہ، ماہ رمضان ہوں، تہجد پڑھنا اور قیام اللیل کرنا انھیں میٹھی نیند سے بھی زیادہ پیار تھے، اور صبح کی نماز غس (اندھیرے اندھیرے) میں پڑھنے کو یوں دوڑتے تھے، جیسے وہ لوگوں سے آنکھ بچا کر خدا کے گھر سے رحمتوں کی چوری کرنے چلے ہوں۔ اس لیے ضرورت تھی، کہ جو روزہ رکھنا چاہتے ہیں ہیں وہ رکھ لیں یا کھارہے ہیں تو فارغ ہو لیں۔ جو تہجد پڑھنے میں مصروف ہیں یا جو لوگ سو رہے ہیں، ان کو اطلاع دی جائے کہ، جناب! اب سحری ختم ہونے کو ہے، روزہ دار کھاپی کر فارغ ہو لے، تراویح یا تہجد خواں آخری رکعت پوری کر لے اور جو سو رہے ہیں وہ آنکھیں کھولیں تاکہ وقت پر نماز میں شریک ہو سکیں، ایسا نہ ہو کہ جب صبح کی نماز میں سلام پھیریں تو سورج بھی انکو دیکھ کر سلام کہے!

حضور کا ارشاد ہے کہ: بلال کی اذان سن کر سحری کھانے سے نہیں رکنا چاہیے! ابن ام مکتوم اذان دیں تو پھر رک جانا۔

کَلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبْذُتَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُومٍ (بخاری ص ۲۵۴)

سحری اور اذان فجر میں پچاس آیتوں کی قراءت کا فرق ہوتا تھا۔

عن زبید بن ثابت قال تسحرنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم قام الى الصلوة قلت كم كان بين الاذان والسجود قال قدر خمسين آية (بخاری ص ۲۵۴)

حضور نے پہلی اذان (اذان سحری) کے بائیس میں فرمایا کہ: اذان بلال صرف اس لیے ہوتی ہے کہ تہجد خواں واپس آجائے اور سویا ہوا جاگ اٹھے۔

فانه يذنت او ينادي بليل ليرجع قائمكم ولينبه نائمكم (بخاری ص ۲۵۴)

قال العافظ: انما معناه يرد القائل الى المتجدد الى راحته ليقوم الى صلوة الصبح نشيطا او يكون له حاجة الى الصيام فيستحرو ويوقظ النائم ليتسأب لها بال غسل ونحوه (فتح ص ۳۴۳)

بلال کے بعد حضرت ابن ام مکتوم اذان فجر دیتے تھے، بس یوں کہ: اذان دے کہ بلال رک جاتے طلوع فجر دیکھ کر اتر آتے اور ابن ام مکتوم چڑھ جاتے۔

لعل يذنت بين اذا نهما الا ان يرقى ذا وينزل ذا (بخاری ص ۲۵۴)

غرض یہ تھی کہ: صبح کی نماز کے لیے تیاری کی جائے کیونکہ باقی نمازوں کے برعکس فجر کی نماز کی صورت بڑی نازک ہے، جو سو رہے ہیں ان کے لیے بھی اور جو نماز وغیرہ میں مصروف ہیں ان کے لیے بھی، اس لیے اس کے لیے دہری اذان کا انتظام کرنا پڑا۔ بہر حال اس کو "سحری یا تہجد" کے لیے اذان کا نام دینا

مشکل ہے ہاں اگر کوئی شخص اسے من وجہ سحری یا تہجد کے لیے تصور کرے تو اس کی گنجائش ممکن ہے۔  
 مگر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف تکلف والی بات ہے۔ کیونکہ اذان کا تعلق سحری یا تہجد کے سیاق  
 سے نہیں ہے ان بلا لا یؤذت بلیل فمن اراد الصوم فلا یمنعه اذان بلال یا یہ کہ لا یمنع احکم  
 اذان بلال من سجودہ (بخاری وغیرہ) جیسے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس سے اصل منشا نماز صبح کے  
 لیے تیاری ہے۔ ہاں جو روزہ رکھنا چاہے وہ اسے سن کر رکے نہیں، بلکہ کھاپی لے۔ اس سے بات  
 بالکل صاف ہو گئی ہے کہ پہلی اذان سے غرض کچھ اور ہے، یعنی وہ سحری یا تہجد کے اہتمام کے لیے نہیں  
 تھی۔ اس کے لیے ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ دونوں اذانوں میں جو وقفہ ہوتا تھا، وہ اس قدر کم ہوتا  
 تھا کہ انسان اٹھ کر ضروری سو اچ سے فارغ ہو کر پھر سحری یا تہجد اہتمام کرے اور پھر غس میں جماعت  
 میں بھی جا مضر تک ہو، مشکل بات تھی۔ اس کے علاوہ کہنے کا یہ انداز کہ، اس کی اذان تمہیں سحری سے  
 نہ روکے، صیح نہ ہوتا بلکہ یہ کہا جاتا کہ جب بلال اذان دے تو سحری کھا ڈپیو اور نوافل پڑھو تا دقیقہ  
 ابن ام مکتوم دے۔

بہر حال اس مسئلہ میں دو رائیں ممکن ہیں، اس لیے اگر کوئی صاحب تحقیقی طور پر اس اذان کو سحری  
 یا تہجد کی اذان کہتا ہے تو یہی کہا جاسکے گا کہ یہ اس کی علمی فردگزاشت اور خطا ہے۔ ہاں جو لوگ  
 حضورؐ سے حضور کے وقت ان دونوں اذانوں کے ثبوت کے قائل ہو کر، اب اس کی اجازت نہیں دیتے  
 ان کی ایمانی عافیتیں ضرور خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔

گوارا اب وہ فعلی روزوں اور تہجد خوانی کا رنگ نہیں رہا تاہم سوئے ہوئے کو جگانا تو ابھی باقی  
 ہے۔ اس لیے اگر اب کوئی شخص اس غرض سے قبل از وقت "اذان" دے لیتا ہے تو ہمارے نزدیک  
 وہ سنت پر عمل کرتا ہے۔ علمی اور تحقیقی پہلو کا تصور اگر درمیان سے اٹھا دیا جائے تو پھر جو لوگ اس  
 اذان کو سحری یا تہجد کی اذان تصور کرتے ہیں اور وہ لوگ جو سرے سے دوسری اذانوں کو برداشت  
 ہی نہیں کرتے تو پھر یہی کہنا پڑے گا کہ دلائل کی رو سے دونوں تہی دامن ہیں۔ ہاں پہلے گروہ کے لیے  
 تو ایک موبہوم سی بنیاد موجود ہے لیکن دوسرے فریق کے پاس تو ضد کے سوا اور کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔

ترمذی شریف مترجم از علامہ بدیع الزمان صاحب برادر بکر علامہ محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 ترمذی شریف صحیح ابو ترجمہ ایک خط احادیث اعراب کے ساتھ باقبال سلسلہ دو ترجمہ، ہر حدیث کے نیچے نہایت شاندار تفسیر  
 جو کہ ایک عالم اور عالم آدمی کے لیے یکساں مفید ہے۔ کاغذ سفید، گلیز، نہری ڈال، دارجلد، علاوہ ازیں عربی، اردو، دینی کتابیں خریدنے اور بیچنے  
 کے لیے ہمیں یاد فرمائیں۔ رحمانیہ دارالکتب۔ امین پور بازار۔ لائلپور

# ہکال خیر ہشدر

(قسط دوم)

منہ اور جذعہ

منہ : وہ جانور جس کے دودھ کے دانت ٹوٹ کر سامنے کے دودانت آگئے ہوں۔ ہماری زبان میں اسے دودانت کہا جاتا ہے۔

جذعہ : جانور کے منہ ہونے سے پہلے اسے جذعہ کہا جاتا ہے۔ اہل لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بھیڑ اور بکری کا جذعہ وہ ہوتا ہے جو ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں جا رہا ہو۔

۱۔ دیکھیے فقہ المغر و سوا العربیہ ص ۹۶ طبع مصر کل من اولاد النضات والمعز فی السنۃ الثانیۃ جذع یعنی بھیڑ بکری کا بچہ جو دوسرے سال میں ہو جذعہ کہلاتا ہے۔

۲۔ لغت عربی کے امام علامہ محمد اسماعیل بن حماد جوہری اپنی تصنیف الصحاح ص ۳۰ پر لکھتے ہیں۔

جذع قبل المشی ایضاً تقول من ولد النشاة فی السنۃ الثانیۃ ولولد البقرة والحافر فی السنۃ الثالثۃ۔ دلائل فی السنۃ الخامسة وقیل فی ولد النعجة ان یجذع فی ستۃ اشهر او تسعۃ اشهر۔

ترجمہ : منہ ہونے سے پہلے جانور کو جذعہ کہا جاتا ہے۔ بکری کا بچہ دوسرے سال میں۔ گائے اور گھوڑے کا تیسرے سال میں اور اونٹ کا بچہ پانچویں سال میں جذعہ ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بھیڑ کا بچہ چھ ماہ یا نو ماہ میں جذعہ ہو جاتا ہے۔

تنبیہ : یہ آخری قول کہ بھیڑ کا بچہ چھ ماہ میں یا ۹ ماہ میں جذعہ ہو جاتا ہے شاذ و ضعیف

قول ہے خود مصنف کا اس قول کو قبیل کے مجہول ضیعہ سے بیان کرنا اس پر صاف طور پر ردال ہے۔

۳۔ الجذع : بکری جو دوسرے سال میں ہو، گھوڑا جو تیسرے سال میں ہو، اونٹ جو پانچویں سال میں ہو۔ (معجم الاعظمی ص ۱۹)

۴۔ جذع: یعنی گوپنڈو گاؤ بھال دوم آمدہ واسطے بھال سوم و شتر بھال پنجم (مشتی اللرب ۱۹) اس عبارت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جذع بھیر اور گاٹھ کے اس بچے کو کہتے ہیں جو دوسرے سال میں ہو، گھوڑا جو تیسرے سال میں ہو اور اونٹ جو پانچویں سال میں ہو جذع کہلاتا ہے۔  
مندرجہ بالا لغت کی چار غلطیاں اور معتبر کتابوں سے ثابت ہو گیا کہ اہل عرب کے نزدیک متفقہ طور پر بھیر اور بکری کا جذع وہ ہوتا ہے جو دوسرے سال میں ہو۔

### علامہ جلال الدین سیوطی کا فیصلہ

علامہ موصوف سنن ابن ماجہ کے حاشیہ موسومہ انجاء الحاجہ کے ص ۲۲۷ پر رقم طراز ہیں۔  
والجذع من الضان ما له سنة تامة وهو الاشهر عن اهل اللغة وغيرهم۔  
ترجمہ: بھیر کا جذع وہ ہوتا ہے جو ایک سال کا پورا ہو۔ یہی بات اہل لغت اور دوسرے لوگوں سے مشہور ہے۔

### حافظ ابن حجر عسقلانی کا فیصلہ

الجذع من الضان ما اكمل سنة ودخل في الثانية وهو الاصح عند الشافعية  
وهو الاشهر عن اهل اللغة (فتح الباری ۳/۲۲۷)  
(مفہوم وہی ہے جو پہلے گزر چکا ہے)  
اس کے علاوہ بھی بہت سے ائمہ کا فیصلہ ہے کہ بھیر بکری کا جذع وہ ہوتا ہے جو دوسرے سال میں ہو۔ حافظ صاحب نے تو اسے دھڑول العیہور کہہ کر جمہور علماء کا قول راجح قرار دیا ہے۔  
(ف) حدیث مذکور لاتذبحوا الا سنة الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان میں  
بذعہ کے ساتھ من الضان کی قید تیار ہی ہے کہ مجبوری کے وقت بھی بھیر کے جذع کے علاوہ بکری  
کامے اور اونٹ کا جذع قربانی نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ مشر (دو دانٹا) نہ ہو۔

### قربانی کے جانور میں شمرکت

ایک خاندان کا طرف سے، ایک بکری یا بھیر کی قربانی کافی ہے، حضرت ابوالیوب الانصاریؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے گھروالوں کی طرف سے ایک بکری دیا

کرتا تھا (ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۴۲)

البتہ گائے اور اونٹ میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال نحرنا بالحدیبیۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم البدنۃ عن سبقتہ والبقرة عن سبقتہ (آخر جہ الخمسة) (ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۴۲ - ابوداؤد حدیث نمبر ۲۸۰۸)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ اور گائے سات سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کیے۔  
(نوٹ) بعض روایات میں گائے میں سات اور اونٹ میں دس حصوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔

## اہل کی طرف سے علیحدہ قربانی

صاحب استطاعت مسلمان اگر چاہے تو اپنی قربانی کے علاوہ اپنے اہل کی طرف سے مزید علیحدہ قربانی دے سکتا ہے۔ بخاری شریف (ج ۱ ص ۲۳۱) میں ہے۔

قالت (عائشہ) قد دخل علیتنا یوم النحر بلحکم یقرنفلت ما هذا؟ قال نحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اذنا جہ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک آدمی گائے کا گوشت لے کر آیا، ہم نے پوچھا یہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کی طرف سے علیحدہ قربانی دی ہے۔

(ف) اس واقعہ سے جہاں علیحدہ قربانی کا ثبوت ملتا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس قدر محبت تھی کہ ان کے لیے بغیر ان کی طرف سے قربانی دی حالانکہ صرف ایک قربانی آپ کی طرف سے اور تمام اہل خانہ کی طرف سے کافی تھی۔

## میت کی طرف سے قربانی

میت کی طرف سے قربانی کو ناجائز اور درست ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد میری طرف سے قربانی کیا کرنا۔ چنانچہ حضرت علیؓ دو جانور قربانی کرتے ایک

لہذا ہذا هو الصبیح ۱۲ زبیدی لہ تعویلاً، ورنہ ایک بھی مائے گھڑی طرف سے کافی ہو سکتی ہے ۱۲۰ زبیدی



اپنی طرف سے اور دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (ترمذی۔ البدائع و حدیث نمبر ۲۶۹)

## قربانی کا وقت

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے۔ نماز سے قبل کی گئی قربانی کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ قربانی شمار ہوگی۔ حضرت علیہ السلام کا مبارک فرمان ہے۔

من ذبح قبل الصلوة فليذبح مكانها اخرى۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۱۳۵)

ترجمہ: جس نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ اس کی بجائے دوسری قربانی دے۔ زمان نبوت میں بھی ایک بار ایسا واقعہ ہوا کہ جب آپ نماز سے خارج ہوئے تو دیکھا کہ جانور ذبح کیے جا چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا جن لوگوں نے نماز سے پہلے جانور ذبح کیے ہیں وہ دوسرے جانور ذبح کریں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۵)

عن انس بن مالك ان رجلا ذبح يوم النحر قبل الصلوة فامر به النبي صلى الله عليه وسلم ان يعيد۔ (ابن ماجہ حدیث ۳۱۵۷)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں ایک شخص نے نماز سے قبل قربانی کی تو آپ نے اسے دوبارہ قربانی کا حکم دیا۔

## قربانی کے دن

اس مسئلہ میں علماء کے چار پانچ مسلک ہیں۔

- ۱۔ اس بارے میں پہلا جمہور علماء کا مشہور مسلک چار دن کی قربانی کا ہے۔ ان کے نزدیک ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ ذوالحجہ کو قربانی کرنی جائز ہے۔
- ۲۔ دوسرا مسلک تین دن کی قربانی کا ہے وہ لوگ صرف ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ کو قربانی کے جواز کے قائل ہیں۔
- ۳۔ تیسرا مسلک ایک دن کی قربانی کا ہے یہ علماء صرف دس ذوالحجہ کو قربانی جائز کرتے ہیں۔
- ۴۔ چوتھا مسلک یہ ہے کہ ذوالحجہ کے سارے مہینے میں قربانی کی جاسکتی ہے۔ ماضی قریب کے علماء میں سے حضرت مولانا بشیر احمد شہودانی اسی مسلک کے قائل تھے۔

لہٰذا اس کا قربانی شمار نہ ہونا الگ بات ہے لیکن ثواب بھی ضائع ہو جائے! اس کے لیے الگ دلیل چاہیے! ومن يعمل مثقال ذرة خيرا يره (سورة الزلزال) ۱۲ ذبیحہ۔ ۱۳ وہومن تلامذة شیعہ الکلا السید نذیر حسین الدہلوی وشیخ شیخی المحدث احمد اللہ الدہلوی۔ ۱۲ ذبیحہ۔

(ف) تفصیل کے شائقین علامہ محمد حسین ثبانی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ منیہ السند کی جلد نمبر ۳ مجریہ ۱۳۳۳ھ کے ابتدائی شماروں کا مطالعہ کریں۔ وہاں ہر ملک کے دلائل صحیح کیے گئے ہیں اور خوب بحث ہوئی ہے۔

## قربانی کرنے کا طریقہ

قربانی کرتے وقت ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔ جلدی جلدی ذبح کرنا چاہیے اور پھری کو خوب تیز کر لینا چاہیے۔

عن شہاد بن اوس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الله تبارک وتعالیٰ کتبہ الاحسان علی کل شیء فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فاحسنوا الذبیح ولیحد احدکم شفرته ولیرح ذبیحته۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۳۵۷)

ترجمہ: اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے جب تم کسی دشمن کو قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو (یعنی زیادہ دیر تک عذاب میں مبتلا نہ رکھو) اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو (یعنی جانور کو زیادہ دیر تک تکلیف میں مبتلا نہ رکھو) چھری تیز کرو اور جانور کو آرام پہنچاؤ۔

## قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا افضل ہے

عن انس بن مالک قال لقد رايت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یذبح اضحیته ببیدہ واضعاً قدمه علی صفا حہا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اے حضرت کو دیکھا کہ جانور کے پہلو پر پاؤں رکھے ہوئے خود ذبح فرما رہے ہیں۔

(ف) معلوم ہوا کہ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ ویسے دوسرا آدمی بھی ذبح کر سکتا ہے اس صورت میں جس کی طرف سے قربانی دی جا رہی ہو اگر ممکن ہو تو وہ اس وقت وہاں حاضر ہے۔

## عورتوں کے ذبیحہ کا حکم

ہمارے نام نہاد مسلم معاشرہ میں عورتوں کے ذبیحہ کو ناجائز اور حرام تصور کیا جاتا ہے جو بالکل

جہالت کی بات ہونے کے علاوہ عقلاً، نقلاً، روایتاً اور درایتاً ہر طرح خلاف اسلام ہے حالانکہ احادیث صحیحہ سے واضح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ذبیحہ کو جائز قرار دیا اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں جانا تھا۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عن ابن کعب بن مالک عن ابیہ ان امرأۃ ذبحت شاة بحجوف ذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرہہ بأساً۔ ابن ماجہ حدیث ۳۱۸۶۔ باب ذبیحة المرأة

ترجمہ: ایک عورت نے تیز و صاری دار پر پتھر سے بکری کو ذبح کر دیا۔ اس کے متعلق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ نے کوئی حرج نہ سمجھا۔

(ف) اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں جن کو دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ عورتیں ذبح کو سکتی ہیں اور ان کا ذبیحہ بلا کراہت حلال ہے۔ نیز محدثین عظام نے ذبیحة المرأة کے عنوان سے باب قائم کر کے دلیلیں بیان کر دی ہیں۔

### دعاء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے روز ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھی تھی۔

اذا وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفاً و ما انا من المشرکین ان صلاقی دنسکی و معیای و معماقی للہ رب العلمین لا شریک لہ و بذلک امرت و انا من المسلمین اللهم منك ذلک عن محمد و امته بسم اللہ و اللہ اکبر (مشکوٰۃ ص ۱۲۸)

(ف) قربانی کرنے والا شخص اس دعا کے آخر میں عن محمد و امته کی بجائے اپنا نام لے اور اگر ذبح کرنے والا کسی اور کی طرف سے ذبح کر رہا ہو تو اس کا نام لے جس کی طرف سے قربانی کر رہا ہے

### گوشت اور چمڑے کا مصرف

قربانی کا گوشت خود کھائیں اہل و عیال کے علاوہ مساکین، محتاج، ہمسائے، دوست احباب اور رشتہ داروں تک بھی پہنچانا چاہیے۔ قربانی کا گوشت اور چمڑا بیچنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اونٹ کا گوشت، چمڑا اور دوسرا متعلقہ سامان مسکینوں میں تقسیم کر دو۔

قربانی کا گوشت اور چمڑا فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی قصاب کو اجرت میں دیا جاسکتا ہے۔

عن علي رضي الله عنه قال امرني النبي صلى الله عليه وسلم ان اقوم على اليد ولا اعطى منها شيئا في حزارتها - (المبخاري ٣٢٣ ج ١)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کا حکم تھا کہ جانور کے ادر پر کھڑا رہوں اور اس کی کوئی چیز بھی اجرت میں قصاب کو نہ دوں۔

(ف) اس سے معلوم ہو گیا کہ گزشتہ اور چھڑا فروخت کرنا یا قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر مشک اور مصلیٰ کی صورت میں یا کسی ضرورت کے لیے چھڑے کی ضرورت ہو تو اپنے استعمال میں بھی لایا جاسکتا ہے۔ نیز چھڑا فروخت کر کے رقم ضرورت مندوں تک پہنچا دی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

## خلاصہ نیت

انسان جو بھی نیک کام کرے اس کے لیے نیت کا خاص ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کا انحصار اور مدار نیت پر ہے۔

فرمانِ نبوی ہے: انما الاعمال بالنیات (البخاری)

اگر قربانی کرنے والے کی نیت صاف ہوگی اور وہ محض رمضان کے خدا کی خاطر قربانی کر رہا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطا کریں گے جس کا وعدہ لسانِ نبوت سے کیا گیا ہے۔

منقصور قریانی

عید کے روز تمام بلادِ اسلامیہ میں امت مسلمہ کے ہزاروں افراد اللہ کے نام پر ہزاروں جانوروں کا خون بہا کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے ایسا بھی و اسمبلی قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس کا مقصد صرف خون بہانا اور گوشت خوری نہیں بلکہ تقویٰ کا حصول ہے۔ فرمان رب تعالیٰ ہے۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لَحْمَهَا وَلَا دَمَهَا وَلَكِنَّ يَنَالُهُ الْقَتْلُ ۚ إِنَّكَ لَا تَقُولُ بَعْدَ قَوْلِكَ رَبِّ تَعَالَى كَقَوْلَانِي كَلَّمَكَ اللَّهُ لَحْمًا وَلَا دَمًا ۚ وَلَكِنْ يُنَادِي بِتَحْقِيقِ الْبَحْثِ ۚ وَلَقَدْ يَنَادَىٰ مِنْ هَٰؤُلَاءِ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُ آيَاتٌ أَنْ يَعْلَمَ بِمَا قُلُوبُهُ ۚ وَلَقَدْ عَلِمَ الْأَوَّلُونَ بِالْآيَاتِ إِذْ أَتَاهُمْ رَسُولُ رَبِّهِمْ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ أَصْحَابُ غُلُوٍّ ۚ

کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں اسے صرف تمہارے تقویٰ کی ضرورت ہے کہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

۱۲۔ نہ بیدری

# احکامِ عید

- ۱- عید کے دن صبح نہادھو کر حسب استطاعت نئے یا دھلے کپڑے پہنا سنت ہے۔
  - ۲- جب آفتاب نيزہ بھر بلند ہو جائے تو نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور سورج کے زوال تک یہ ہے۔
  - ۳- عید الفطر کے روز چونکہ عبادت سے متعلق نماز کے بعد کوئی اہم کام نہیں ہوتا اس لیے نماز عید نماز ویر کر کے پڑھی جاسکتی ہے بخلاف عید الاضحیٰ کے کہ نماز کے بعد لوگوں نے قربانی دینا ہوتی ہے اس لیے نماز درجہ جلدی پڑھ لینا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے:
- عن ابی الحویرث رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی عمر بن خطاب بنجران ان عجل الاضحیٰ واخرا الفطر و ذکرنا من (رداۃ الشافعی - مشکوٰۃ ص ۱۴)
- ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخران میں حضرت عمر بن حزام کو لکھا کہ عید الاضحیٰ کی نماز جلد ادا کرو اور عید الفطر کی نماز مؤخر کر کے اور لوگوں کو وعظ نصیحت کرو۔
  - ۴- عید کی نماز شہر سے باہر کھلی جگہ ادا کرنا سنت ہے مجبوری کی صورت میں مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ بارش کی وجہ سے نماز مسجد میں پڑھائی تھی (مشکوٰۃ ص ۱۴)
  - ۵- اگر جمعہ کے دن عید ہو جائے تو تمام لوگوں کو جمعہ کے لیے حاضر ہونا ضروری نہیں البتہ اہم جامع مسجد میں جمعہ پڑھائے۔ (الحمد بیٹ)
  - ۶- عید نبوی میں عید گاہ میں منبر نہیں لے جاتا تھا اس لیے عید گاہ میں منبر لے جانا یا بنا کر اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا خلاف سنت ہے۔
  - ۷- عید الاضحیٰ کے روز عید گاہ کو جلنے سے قبل آنحضرت کوئی چیز تناول نہ فرماتے واپس آکر کھاتے اور قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتدا کرنا افضل ہے۔
  - ۸- عید گاہ کو آتے جاتے راستہ بدینا بھی منون ہے۔
- عن جابر رضی اللہ عنہ قال کات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کات یوم عید خالف الطريق (بخاری - مشکوٰۃ ص ۱۲۶)

- ۹- عید گاہ میں نماز عید سے پہلے یا بعد نماز پڑھنا ثابت نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
- لہٰ غزوہ الٰتک جانا ثابت نہیں ہے طلوع آفتاب کے بعد کراہت کا وقت جانے کے بعد پڑھنا افضل ہے مگر نماز عید نماز ۱۲
- لہٰ عن امرئ الدار الحویرث سیدنا العفط و لہٰ یاقی احد من الصحابۃ - ۱۲ - نہ زیدی -



صحابہ نے کبھی نہیں پڑھے۔

عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلہما ولا بعدہما۔ (متفق علیہ - مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

۱۰۔ نماز اشراق کا حکم۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے روز نماز سے پہلے اور بعد کوئی نفل ادا نہیں کیے۔ نماز اشراق بھی نفل نماز ہے۔ آدمی ہر روز اشراق پڑھ سکتا ہے لیکن مذکورہ بالا حدیث کا رد سے صرف عید کے روز نہیں پڑھ سکتا۔ ۱۱۔

۱۱۔ اذان اور اقامت کا حکم۔ نماز عید اقامت اور اذان کے بغیر ادا کی جاسکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کے لیے اذان اور اقامت کا ثبوت نہیں ملتا۔

عن جابر بن سمرة قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیدین من غیر موعا۔ (علامتین بغیر اذان ولا اقامتہ - مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

۱۲۔ عید کا خطبہ۔ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے جس کا سننا ہر نمازی پر لازم اور ضروری ہے۔

(۱) مسئلہ ابن عباسؓ اشہدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیدین قال نعم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ثم خطب (بخاری ص ۱۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپؐ نے آنحضرت کی معیت میں عید کی نماز ادا کی ہے جواب دیا ہاں! آپؐ آٹھ نماز پڑھائی اس کے بعد خطبہ دیا۔

(۲) عن ابن عباسؓ قال شہدت العید مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی بکرو عمرو عثمان فکلہم کانوا یصلون قبل الخطبۃ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپؐ کے بعد خلفائے ثلاثہ نماز کے بعد خطبہ دیا کرتے تھے۔ (۳) ان دونوں روایتوں سے واضح ہو گیا کہ نماز کے بعد خطبہ دینا سنت نبوی ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کا عمل بھی اس پر ہے اور نماز سے پہلے خطبہ دینا تقریر کرنا خلاف سنت اور بدعت ہے۔

۱۳۔ خلافتِ پیغمبر کے راہ گزید کہ ہرگز بمنزلِ نخواستہ رسید

نماز عید کی نیت۔ کسی بھی نیک کام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ثابت نہیں۔ لہذا زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے اور ارادہ کے لیے کوئی شخص الفاظ ادا نہیں کیا کرتا۔ کام میں لگ

یہ بعض صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے۔ ۱۲۔ زبیدی

جانا اور اس کا شروع کر دینا ہی نیت اور ارادہ ہے۔ (کنز العمال جلد الحی مکتبہ)

- ۱۴۔ اگر کوئی شخص دیر سے عید گاہ پہنچا اور جماعت کو نہ مل سکا تو علیحدہ دو رکعت نماز عید ادا کرے۔
- ۱۵۔ عورتوں کی عید گاہ میں حاضری۔ عورتوں کے لیے بھی عید گاہ میں حاضر ہونا اتنا ضروری ہے جتنا مردوں کے لیے۔ مائتہ اگرچہ نماز نہیں پڑھ سکتی مگر انھیں بھی حکم تھا کہ وہ بھی عید گاہ میں آکر مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں۔ ان کے عید گاہ میں آنے کے متعلق آنحضرتؐ نے اس قدر تشدید کی کہ ایک عورت کو کہنا پڑا کہ اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو اس کا مقصد تھا کہ شاید مجبوری کی وجہ سے اسے گھر رہنے کی اجازت مل جائے مگر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی سہیلی کی چادر میں لپیٹ کر آجائے خواہ کچھ ہو جائے عورتوں کو بھی عید گاہ میں ضرور آنا ہوگا۔

بخاری شریف جس کے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہونے پر علمائے امت کا اتفاق ہے اس میں ہے۔

عن ام عطیۃؓ قالت امرنا ان نخرج الحيض يوم العيد وذوات الغدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض عن مصلاهن قالت امرأة يا رسول الله احداثا ليس بها جلباب قال لتلبسها ما جئها من جلبابها (متفق عليه - مشکوٰۃ ص ۱۲)

مفہوم پہلے گزر چکا ہے۔

(ف) اس قسم کی واضح روایات کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص عورتوں کی عید گاہ میں حاضر نہ ہو جائے تو سمجھتے ہوئے روکے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام پر عمل کرنے کی توفیق دیں آمین

۴۔ راہ سنت پر چلا جا تو لے سالک بے دھڑک

جنت الفردوس کو جاتی ہے سیدھی یہ سڑک

## تکمیلِ عید کی تعداد

- عیدین کی دونوں رکعتوں میں کل بارہ تکبیریں قرائت سے پہلے ہیں۔ پہلی رکعت میں دعا و ثناء کے بعد اور الحمد سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے پانچ تکبیریں۔
- ۱۔ عن کشیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی

العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءة وفی الاخرة خمساً قبل القراءة (ردوۃ الترمذی)  
وابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ ص ۱۲۶)

۶۔ عن جعفر بن محمد مرسلات النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابی یوسف وکبری عن جعفر بن محمد مرسلات سبعا وخمساً وصلوا قبل الخطیۃ وجہروا بالقراءة (مشکوٰۃ ص ۱۲۶)

## نماز عید کا طریقہ

عید کی دو رکعتیں ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد عادتاً پڑھیں اس کے بعد امام پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہے اور ساتھ ساتھ مقتدی بھی کہیں۔ تکبیروں کے دوران کچھ نہیں پڑھنا چاہیے اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد امام پہلی رکعت میں سورۃ حمید یا سورۃ الاعلی تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں سورۃ منافقوں یا سورۃ الغاشیہ کی تلاوت کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث میں اسی طرح منقول ہے۔  
سورتوں کی تلاوت کے بعد نماز مکمل ہوگی۔ نماز کے بعد امام صاحب مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو کر خطبہ دیں۔ عربی میں خطبہ دینا ضروری نہیں بلکہ خطیب کو وہ زبان بولنی چاہیے جسے سامعین آسانی سے سمجھ سکیں۔ صدق اللہ العظیم

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی

## چند اہم تصنیفات

۱۵/- روپے	نقوش اقبال	تاریخ دعوتِ عربیت اول، دوم، سوم، چار، پانچ، ۲۲/- روپے
۱۶/-	اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش	پرانے چراغ
۱۰/-	مغرب سے صاف صاف باتیں	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
۱۸/-	منصب نبوت	کاروانِ عربیت

آج ہی منگوائیں ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

مجلس نشریات اسلام۔ ناظم آباد و کراچی

اسلامی اکادمی۔ اردو بازار۔ لاہور

# مَلِكُ نَصْرِ اللَّهِ خَائِدُ بَنِي

## چند یادیں

۱۹۶۳ء کا ذکر ہے۔ واہ کینٹ کے دہکو دوا خانہ میں ایک صاحب کو آتے جاتے دیکھتا۔ جب آتے ان کے ہاتھ میں ایک بنڈل ہوتا۔ ایک پرچہ دوا خانے کے کاؤنٹر پر رکھتے۔ علیک سلیک اور چند منٹ کی گفتگو کے بعد چلے جاتے۔ ایک دن حکیم صاحب سے دریافت کیا کہ یہ صاحب کونسا پرچہ دے جاتے ہیں؟ انھوں نے سہ روزہ "ایشیا" میرے ہاتھ میں تھا دیا۔ اس کے بعد محول بن گیا کہ جوں ہی پرچہ آتا پہلے مجھے دے دیا جاتا اور میں ایک دن میں پڑھ کر واپس کر دیتا۔ اس طرح "ایشیا" کے زمرے سے ملک صاحب سے تعارف ہوا۔

میٹرک کے امتحان سے فارغ ہوا تو "ایشیا" کی خریداری اختیار کر لی اور ملک صاحب کے کاموں۔ سیر و سفر، تیر و نشتر کو دلچسپی سے پڑھنا تھا۔ گاہے گاہے ملک صاحب کی منظومات بھی شائع ہو جاتی تھیں۔ وہ نہایت کم گو تھے لیکن ان کی نظموں میں اچھے اسلامی کی تڑپ محسوس ہوتی تھی۔ "ایشیا" کے مختلف پرچوں سے ان کی نظمیں اپنی بیاض میں نوٹ کیں اور آخر ایک روز انھیں مجموعہ ترتیب دینے کے لیے خط لکھا اور ساتھ ہی انہی پسندیدہ نظم یا غزل بھیجنے کی معصوم خواہش کا اظہار کیا۔ جواب میں ملک صاحب نے لکھا۔

مکرمی اختر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ جواب میں گزارش ہے کہ میرے کلام کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ میں اسے مجموعے کی صورت میں شائع کیے جانے کے قابل نہیں سمجھتا۔ بعض دوستوں کے جن ظن کی بنا پر اصرار ہے مگر ابھی طبیعت آمادہ نہیں ہوئی۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں چند شعر لکھتا ہوں۔ والسلام

نصر اللہ خاں عزمینہ

اس کے بعد اپنی معروف نظم "رضائے دوست" نقل کی ہے۔ ملک صاحب پر دوسری دلچسپیاں اس قدر عادی تھیں کہ شاعری کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے تاہم انھوں نے کچھ کلام یادگار چھوڑا ہے۔ ان کا مجموعہ کلام کاروانِ شوق کے نام سے شائع ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔

مذکرۃ الصدر خط انھوں نے راولپنڈی سے لکھا تھا۔ جن اتفاق سے راولپنڈی کی اسلامی جمعیت طلبہ نے انھیں اپنے اجتماع میں مدعو کیا۔ ملک صاحب نے زندگی گزارا ہوں میں کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ یہ ان کی زیارت کا پہلا موقع تھا۔ اس کے بعد ملک صاحب کی ذات سے دلچسپی بڑھتی گئی۔ وہ مولانا آزاد کے ساتھیوں میں سے تھے اور جماعت اسلامی میں آنے کے بعد ان سے اختلافِ نظر بھی تھا تاہم ان سے تعلق خاطر قائم رہا۔ مجھے مولانا آزاد کے افکار و کردار کا مطالعہ کرتے ہوئے ان سے اکثر خط و کتابت کا موقع ملا۔ خطوط تمام ترمیمی طرف سے لکھے گئے اور انھوں نے ہمیشہ جواب سے سرفراز فرمایا۔ تلاش کرنے پر ان کے چند مکتوبات مل سکے۔

مولانا آزاد نے تحریکِ نظمِ جماعت قائم کی تھی اور ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے بیعت کی تھی۔ ان بیعت کرنے والوں میں خواجہ عبدالحی فاروقی بھی تھے۔ خواجہ صاحب اسلامیہ کالج میں پروفیسر تھے اور کالج سے باہر درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ ملک صاحب اسلامیہ کالج کے طالب علم تھے۔ اور باقاعدگی سے خواجہ صاحب کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ ان کے بارے میں لکھتے ہوئے ملک صاحب سے رابطہ قائم کیا گیا۔ جواب میں انھوں نے لکھا۔

مکرمی اختر صاحب زید مجدہ۔  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خواجہ عبدالحی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے شرفِ تلمذ حاصل رہا ہے میں نے ان کے بارے میں تذکرہ بھی کیا ہے۔ انھوں نے مجھے راہِ جہاد پر ڈالا اور میں ان کا احسان مند ہوں مگر جن پرچوں میں میں نے ان کا تذکرہ کیا ہے اب وہ میرے سامنے نہیں ہیں۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کس سال میں یہ تذکرہ ہوا۔ اس کے لیے آپ کو خود تکلیف کرنی ہوگی۔ میں نے جو مضامین "زندگانی کی گزرگاہوں میں" کے عنوان کے تحت لکھے تھے ان میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مل جائے گا۔ مجھے انیسویں ہے کہ میں اس سے زیادہ آپ کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کوثر اور ایشیا کی فائلیں مل جائیں تو ذرا انھیں کھنگالی لیجیے۔



مولوی فتح محمد صاحب امیر جماعت اسلامی راولپنڈی سے ضرور رجوع فرمائیے۔ انھوں نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ ان کے پاس کوثر کا فائل ہے۔ ایشیا کا بھی ہوگا۔ میرے پاس دونوں کے فائل نہیں ہیں۔

والسلام

نصر اللہ خاں عزمی

مکذّر۔ اگر اس سلسلے میں آپ کو کوثر اور ایشیا کے مکمل فائل کہیں سے دستیاب ہو جائیں تو مطلع فرمائیے گا۔ مجھے خود ان کو ایک نظر دیکھنے کی ضرورت ہے عزمی۔  
میرے فائل میں ان کا اگلا خط ۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ء کا مرقوم ہے۔ مولانا آزاد کے ایک عقیدت مند اور جماعت اسلامی میں ملک صاحب کے رفیق سردار محمد اکبر خاں مرحوم (ساکن ڈھوک شرفا کیسبل پور) کا ایک خاکہ لکھنا چاہتا تھا اور ان کے احباب سے مضامین اور تاثرات حاصل کرنا چاہتا تھا اسی سلسلے میں ملک صاحب سے رجوع کیا انھوں نے جواب میں لکھا۔

مکرمی اختر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا مگر میں جواب میں تاخیر پر مجبور ہوں کہ میری صحت ابھی اس قابل نہیں ہوئی کہ کوئی مضمون لکھ سکوں۔ سردار صاحب مرحوم کے بارے میں اول تو مجھے کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں۔ دوسرے جو تصورات اور تاثرات ان کے بارے میں ذہن کے اندر ہیں ان کو قلمبند کرنے کی ہمت نہیں اور سرسری سا خاکہ کچھ مناسب نہیں ہوگا اس لیے معذرت چاہتا ہوں۔ امید ہے معاف فرمائیں گے۔

سردار صاحب نہایت سمجھدار، تجربہ کار، حالات زمانہ سے واقف اور صاف گو بزرگ تھے۔ ہر دینی اور قومی تحریک پہ لبیک کہتے تھے۔ ہمیشہ بے لاگ رائے کا اظہار کرتے تھے اور جچی تلی بات کہتے تھے۔ معاملات کے کھرے اور جماعت اسلامی کے ملک کے پابند تھے اور سختی کے ساتھ عامل۔ اللہ تعالیٰ انھیں مغربی رحمت کرے اور کروڑ کروڑ جنت نصیب فرمائے۔  
آمین والسلام

نصر اللہ خاں عزمی

مولانا آزاد کا مجموعہ مکاتیب کا روان خیال، زیر مطالعہ تھا۔ مولانا نے نواب حبیب الرحمن خاں شردانی کو غبارِ خاطر کے بارے میں لکھا ہے۔  
”میں قلمی مکاتیب کی جگہ مطبوعہ مکاتیب کا نسخہ آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔“

اس سلسلے کا پہلا مکتوب شملہ میں ایڈیٹر صاحب اخبار مدنیہ نے اجمل خاں صاحب سے لے لیا تھا جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے شاید آپ کی نظر سے گزرا ہو۔ ۳۵

۴۵ میں مدنیہ کے ایڈیٹر کون تھے؟ جواب میں لکھا ہے۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۴ء

مکرمی اختر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

گرامی نامہ موصول ہوا۔ ۱۹۶۵ء میں مدنیہ کے ایڈیٹر کون صاحب تھے یاد نہیں۔ میں شملہ میں بجنور سے لاہور چلا آیا تھا۔ میرے بعد کئی اصحاب تشریف لائے اور چلے گئے۔ پہلے ایک صاحب تھے ان کا نام بھوتتا ہوں۔ اس کے بعد ابو سعید بڑی مرحوم آ گئے۔ غالباً ۱۹۶۵ء میں وہی ایڈیٹر تھے کیونکہ وہ شملہ میں لاہور میں تھے اور اس سے قبل ہی آئے تھے بہر حال وہ انتقال کر چکے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے ان ہی کے مراسم تھے۔ اب اس مکتوب کا منہ میرے نزدیک ممکن نہیں۔ آپ نے لفافہ ٹکٹ نگار ارسال فرماتے کا تکلف ناسحق کیا تاہم اس معاملے میں مولانا آزاد کا پیرو نہیں ہوں۔ وہ لفافہ واپس کر دیا کرتے تھے۔ میرے نزدیک اس میں مضائقہ نہیں کہ اسے استعمال کر لیا جائے۔ مولانا کے چند خطوط میرے پاس بھی تھے مگر میں اپنی افتاد طبع کے مطابق ان کی حفاظت نہ کر سکا۔ امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

والسلام

نصر اللہ خاں عریزی

الکلا خط ۲ جولائی ۱۹۶۵ء کا مرقوم ہے۔ محمد صدیق منتری مولانا آزاد کے شیاوئوں میں سے تھے۔ ان کے قوم پرستانہ خیالات سے آرزو ہو کر جماعت اسلامی میں آئے مگر زیادہ عرصہ ساتھ نہ چل سکے اور چپکے سے علیحدہ ہو گئے لیکن آخر دم تک ملک صاحب سے دوستانہ روابط قائم رہے۔ مرحوم کے بارے میں کچھ لکھنے کا پروگرام بنایا تو سوالنامہ ملک صاحب کو بھی بھیجا جواب میں رقم طراز ہیں۔

مکرمی اختر راہی صاحب زاد لطف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ گرامی نامہ موصول ہوا یا دفرائی کا شکریہ۔ مگر آپ نے جو فرمائش فرمائی ہے وہ تو ایک متعلیٰ کتاب کی تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ منتری صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے بڑے محبوب دوست تھے جماعت سے الگ ہو جانے کے باوجود ان کے دل سے میری محبت اور میرے دل سے ان کی محبت کا نقش زائل نہ ہوا۔ المنبر (لاٹری پور) کے خالد صاحب نے جب صدیق منبری نکلانے کا ارادہ کیا تو مجھے بھی یاد فرمایا اور میں نے کوشش کرنے کا وعدہ کر لیا لیکن اول تو مسئلہ بہت اہم اور تفصیل طلب ہے دوسرے میری صحت اب اس کی متحمل نہیں کہ اتنی اہم ذمہ داری بڑاشت

کروں اور اس کا حق بھی ادا کروں۔

اب آپ نے ایک طرح اس سفر کے اول سے آخر تک سب میل نصب کر دیے ہیں۔ ایک لحاظ سے میرا کام آسان ہو گیا ہے۔ اب صرف انتفاعت تحریر کا مرحلہ پیش نظر ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا کہ آپ تشریف لاتے۔ میں آپ کے مرتبہ الباب کے بارے میں اپنے خیالات عرض کرتا آپ قلم بند کر لیتے تو یہ مسئلہ دشوار طے ہو جاتا۔ اب تو صرف یہ صورت باقی ہے کہ انتہائی اختصار سے کام لوں۔ صرف اشراست پر اکتفا کروں اور وہ بھی اس صورت میں کہ طبیعت آمادہ ہو جائے۔ میرا پتہ دل چاہتا ہے کہ متری صاحب کی زندگی کے وہ پہلو بیان ہو جائیں جو شاید ہی کسی اور کو معلوم ہوں مگر اس کی توفیق اللہ کے ہاتھ ہے و بیدہ التوفیق۔

میں آج کل گوجرانوالہ میں اپنے داماد اقدار احمد خاں صاحب ایکٹرک انجینئر عرفات فین والوں کے پاس مقیم ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کب تک آب و دانہ یہاں کلمے بہر حال آپ اس عریضے کا جواب اس پتے پر تحریر فرمائیں۔

۴۲۴- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

والسلام خاکسار نصر اللہ خاں عزیزی

خط لکھا گیا جس کا جواب لاہور سے آیا۔

”مکرمی اختر صاحب“

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ۷ جولائی کے گرامی نامہ کے جواب میں عرض ہے کہ میں ۱۴ اگست کو گوجرانوالہ سے لاہور آ گیا ہوں۔ گوجرانوالہ میں دن بہت اچھے گزریے اور لاہور کے اعتبار سے مری کا لطف آ گیا۔ والسلام

نصر اللہ خاں عزیزی

جناح ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو لاہور حاضر ہوا۔ ٹیلی فون پر بات چیت ہوئی اور وقت مقررہ پر براہ دم مکرم حافظ عبدالرحمان مدنی صاحب (مدیر اعلیٰ حدیث) کے ساتھ ان کے در دولت پر حاضری دی۔ ملک صاحب کو اطلاع کرائی اور میں دیکھتے ہی پوچھا آپ میں سے اختر صاحب کون ہیں؟ حافظ مدنی صاحب نے تعارف کرایا۔ ایسی گرم جوشی سے معانقہ فرمایا کہ اس کا خلوص اور گرم جوشی اب تک محسوس کرتا ہوں۔ ملک صاحب کچھ مصروف تھے۔ مہر مری بات چیت ہوئی اور تفصیلی گفتگو کا وعدہ لے کر ہم واپس آ گئے۔

دوسرے روز ملاقات کی۔ دل کھول کر باتیں ہوئیں۔ متری صاحب کے بارے میں بہت کچھ بتایا جو متری صاحب پر لکھے ہوئے مضمون میں بیان کیا ہے۔

ملک صاحب نے عمدہ چلنے پلائی اور خود اپنے ہاتھ سے بنا کر۔ یہ ان سے آخری ملاقات تھی۔



نوجوان علماء میں قدیم و جدید علوم کی جامعیت اور ماہرانہ تربیت کیلئے

# الجامعۃ العلمیہ (درجہ تکمیل و تخصص)

جماعت الحدیث کے لیے صاحب تحقیق مصنف، تربیت یافتہ مدرس اور بہترین خطیب مہیا کرنے کے لیے علم و ادب کے مرکز لاہور میں اعلیٰ تعلیم و تربیت کا مرکزی منصوبہ۔

\* بلند پایہ محقق علماء اور پروفیسر حضرات کی تدریس۔

\* عمدہ اور وسیع لائبریری سے استفادہ۔

\* اہم موضوعات پر تقریری و تحریری مقالات اور مذاکرات علمیہ

کے تجرباتی طریقوں سے

● قرآن و سنت کی گہری بصیرت اور جدید علوم کا مطالعہ

● مشہور مذاہب، مکاتب فکر اور تحریکوں کا تقابلی جائزہ

● مختلف محکمہ جات سماجی، قومی اور بین الاقوامی اداروں کی واقفیت اور معلومات عامہ

● عربی زبان کی تقریری و تحریری مشق کا خاطر خواہ انتظام۔

پہلا سال: علمی تکمیل و جامعیت کے لیے۔ اور۔ دوسرا سال: تحقیق و تصنیف مدرس

مدرس اور دعوت و خطابت کے شعبہ جات میں سے کسی ایک میں تخصص کے لیے۔

دوسرا نصاب کی تکمیل کی شرط پر رہائش و تعلیم کے مفت انتظام کے علاوہ

دوران تربیت کفالت ۲۵٪ روپے ماہوار وظیفہ۔

حافظ محمد نجفی عری

ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

حدیث منزل۔ ایک روڈ (انارکلی) لاہور

MUHADDIS  
Regd. No. L. 7895